مسلسل اشاعت کے پچپن سال

ماہنامہ الحق

دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

651-652 ربیع الاول۔ ربیع الثانی ۱۴۴۱ھ نومبر، دسمبر ۲۰۱۹

بیاد
شیخ الحدیث
مولانا عبدالحق رحمہ اللہ تعالیٰ

بانی: مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ تعالیٰ
سرپرست اعلیٰ: مولانا انوار الحق
مدیر اعلیٰ: مولانا راشد الحق سمیع

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِنِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَ عَلٰى اٰلِهٖ وَسَلِّمْ تَسْلِيمًا

اے بی سی آڈٹ بیوروسرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

ماہنامہ **الحق** اکوڑہ خٹک

جلد نمبر............ 55
شمارہ نمبر........... 3-2
ربیع الثانی ۱۴۴۱ھ
نومبر، دسمبر ۲۰۱۹

بانی	باہتمام	نگران	مدیر اعلیٰ
حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ	حضرت مولانا انوار الحق صاحب	مولانا حامد الحق حقانی	حافظ راشد الحق سمیع حقانی

اس شمارے کے مضامین

- نقش آغاز: ناروے میں قرآن کریم کی بے حرمتی اور مرد مجاہد عمر الیاس کی بہادری اور شجاعت،
  حضرت مولانا سیف الرحمٰن درخواستی صاحبؒ کی رحلت .... ادارہ ۲
- بارگاہ الٰہی میں فقراء اور مساکین کا مقام و مرتبہ...... شیخ الحدیث حضرت مولانا انوار الحق مدظلہ ۶
- حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی ذاتی ڈائری........ مولانا حافظ عرفان الحق اظہار حقانی ۱۲
- شہید مظلوم کی داستان مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی حیات و خدمات...... مفتی احسان الرحمٰن عثمانی ۲۵
- مقدمہ رہنمائے تعلیم .... مفتی ذاکر حسن نعمانی ۳۹
- مولانا پیر سیف الرحمٰن درخواستیؒ کا سانحہ ارتحال...... شیخ الحدیث مفتی حبیب الرحمٰن درخواستی ۴۴
- مغرب سے مکالمہ .... جناب نیاز احمد سواتی ۴۷
- ناروے میں توہین قرآن کریم کی گستاخانہ جسارت........ جناب عنایت اللہ گوہاٹی ۵۳
- افکار و تاثرات .... (مفتی عبدالرزاق حقانی بن شیخ الحدیث مولانا عبدالسلام چمن)...... ادارہ ۵۶
- دارالعلوم کے شب و روز .... صاحبزادہ عبدالحق ثانی ۵۷
- تعارف و تبصرہ کتب .... مولانا محمد اسلام حقانی ۶۰

ماہنامہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (خیبر پختونخوا) پاکستان۔
فون نمبر: +92 923 -630435
فیکس نمبر: +92 923 -630922
ای میل: Email: editor_alhaq@yahoo.com
فیس بک ایڈریس: facebook\Alhaq Akora Khattak
ویب سائٹ: www.jamiahaqqania.edu.pk
سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ -/40 روپے۔ سالانہ -/400 روپے۔ بیرون ملک 40$ امریکی ڈالر
پبلشر: مولانا سمیع الحق ' مہتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک۔ منظور عام پریس پشاور

کمپوزنگ: بابر حنیف

651-652 / ربیع الاول - ربیع الثانی ۱۴۴۱ھ نومبر، دسمبر ۲۰۱۹

ربیع الثانی

نقش آغاز بسم اللہ الرحمن الرحیم ادارہ

ناروے میں قرآن کریم کی بے حرمتی
اور مرد مجاہد عمر الیاس کی بہادری اور شجاعت

عالم کفر اور مغربی قوتوں کی دین اسلام، رہبر انسانیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم سے دشمنی اور تعصب کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں، مغربی قوتیں ہمیشہ سے اسلام کی بے حرمتی کی سوچی سمجھی سازش و جسارت کا بار بار ارتکاب کر رہے ہیں، ماضی میں ان دشمنان اسلام کے آبا واجداد بھی اسی عمل کا ارتکاب مسلسل کرتے رہے اور یہی تسلسل اب بھی انہی کی نسلوں نے برقرار رکھا ہوا ہے اور وقفے وقفے سے مغربی ممالک کے اندر اسلام دشمنی کی کوئی نہ کوئی تازہ لہر اٹھتی رہتی ہے، کبھی پیغمبر اسلام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخانہ خاکے اور کارٹون، کبھی مساجد پر حملے، کبھی اسلام مخالف ریلیوں کا انعقاد، کبھی کلام پاک کی بے حرمتی، کبھی شیطانی کتابیں لکھنے کی جسارت، کبھی توہین آمیز تحریریں لکھنے کا ارتکاب، کبھی اسلام کی توہین اور توہین رسالت پر مبنی گستاخانہ فلمیں بنانے کی ناپاک و نامراد جسارتیں۔ تاریخ کے اوراق پلٹنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں پر رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم بعثت سے لے کر اب تک ہزاروں قیامتیں ٹوٹیں اور مسلمانوں کو مسلسل اذیتوں اور تکالیف سے دوچار کرنے والے یہی یہود ونصاریٰ ہی تھے لیکن ان سخت ترین آزمائشوں کے باوجود اس امت میں کوئی مرد مجاہد اُٹھ کر زخموں سے چور چور امت کا مسیحا بنتا اور انکے دکھ درد کا مداوا کرتا لیکن عالم کفر اور مغربی قوتوں کی طرف سے گزشتہ چند عشروں میں امت مسلمہ پر جو بجلیاں گرانی شروع ہوئیں ہیں وہ بہت دلخراش اور جاں سوز ہیں اور تمام عالم کفر، مسلمانوں کے خلاف مختلف محاذوں پر کسی نہ کسی طور پر صف آرا ہے، روز کوئی نہ کوئی تعصب پر مبنی اقدام مسلمانوں کیخلاف رونما ہوتا ہے جس سے کروڑوں مسلمانوں کے جذبات و احساسات کو شدید طور پر مجروح کیا جا رہا ہے لیکن ماضی کی طرح کوئی ایسی قدآور، جرات مند اور بہادر حکمران اس زمانہ میں نہیں پایا جاتا جو امت مسلمہ کا مسیحا بن کر ان قوتوں کے سامنے سدِ سکندری باندھے۔

مغرب کا اسلام دشمنی پر مبنی یہ منافقانہ طرز عمل اب روز کا معمول بن کر رہ گیا ہے، گزشتہ مہینے ناروے کے دارالخلافہ اوسلو کے شہر کرسٹین سنڈ میں اسلام مخالف تنظیم سیان (اسٹاپ اسلامائزیشن آف

ناروے) کی جانب سے نکالی گئی ریلی میں اس دہشت گرد تنظیم کے کارکنوں نے قرآن کریم کی شدید بے حرمتی کی اور ایک نسخے کو سرعام جلا کر کوڑے دان میں پھینکنے کی کوشش کی (اور اس موقع پر ناروے کی پولیس بھی خاموش تماشائی بن کر کھڑی رہی) اور اس تنظیم کا یہودی سرغنہ لارس تھورسن نامی ملعون شخص کو روکنے کی کوئی کوشش نہیں کی گئی، قرآن کی توہین اور اسے نذر آتش ہوتے دیکھ کر وہاں موجود مسلم شامی نوجوان عمر الیاس نے ایمانی جرات کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس ملعون کو سبق سکھانے کیلئے اس لعنتی پر حملہ آور ہوکر قرآن کریم کے نسخے کو مکمل جلنے سے بچا لیا اور لارس تھورسن پر لاتوں اور گھونسوں کی بارش کی جس پر وہ پولیس اہلکار (جو پہلے تماشا دیکھ رہے تھے) آگے بڑھ کر عمر الیاس کو گرفتار کرلیا جبکہ معلون لارس تھورسن کو بھی حفاظتی تحویل میں لے لیا، لارس تھورسن نے مظاہرے سے قبل یہ اعلان کیا تھا کہ وہ قرآن کو نذر آتش کرے گا لیکن پولیس نے تب بھی کوئی حفاظتی قدم نہیں اٹھایا، عمر الیاس نے مجمع میں جب ریلی کے مظاہرین کو للکارا تو پوری مسلم دنیا سے انہیں پذیرائی ملی اور اس اقدام کو خوب سراہا، وہ مسلمانوں کی آنکھوں کا تارا بن گیا۔

اس دلخراش واقعے نے امت مسلمہ کو شدید صدمے، غم اور غصے سے دوچار کیا، پورے عالم اسلام میں اور مملکت پاکستان کے شہر شہر میں اس گستاخانہ حرکت کے ردعمل پر احتجاجی مظاہرے کیے گئے اور قرآن مجید کی حفاظت کرنے والے عمر الیاس کو اسلام کا ہیرو قرار دیا گیا اور ان کی شجاعت، بہادری اور جرات دکھانے پر مسلمانوں نے انہیں خراج تحسین اور سلام پیش کیا، عمر الیاس نے یقیناً اس وقت اس افسوسناک اور قابل مذمت کاروائی کو روکنے کیلئے انتہائی ہمت اور دلیری کا مظاہرہ کیا، عمر الیاس کے اس مجاہدانہ عمل کو دیکھ کر خوشی ہوئی کہ الحمد للہ اب بھی اس امت میں کچھ مرد مومن اور مرد میدان موجود ہیں اور ان شا اللہ قیامت تک موجود رہیں گے لیکن افسوس اس امر پر ہے کہ مغرب کی طرف اسلام دشمنی پر مبنی اس طرح کی حرکات، اشتعال انگیزی، نفرت اور انتہا پسندی کو کیوں مسلسل فروغ دے رہی ہے؟ مغرب کی یہ اسلام دشمنی عالمی امن اور ہم آہنگی کیلئے خطرہ بنتی جارہی ہے، عالم کفر کے یہ شر پسند عناصر اسلام کے خلاف مختلف فورمز میں کافی ہرزہ سرائی کرتے رہتے ہیں اور اپنے معاندانہ مکروفریب، زور و جبر کے ہر ممکن طریقہ سے اسلام کی بیخ کنی میں لگے ہوئے ہیں لیکن الحمدللہ اس کے باوجود متبعین اسلام کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہورہا ہے اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اب تک کوئی شخص بھی یہ ثابت نہیں کرسکتا کہ کسی مسلمان نے آسمانی مذاہب کے مقدسات، دیگر انبیاء اور عقائد کی توہین کی ہو لیکن مغربی تہذیب کے پیروکار اسلام کے ساتھ باہمی احترام کا سلوک نہیں کرتے

ہیں ڈنمارک، بیلجیئم، ہالینڈ،فرانس، جرمنی،انگلینڈ، ناروے اور دیگر مغربی ممالک میں اسلام کی توہین کے مختلف واقعات رونما ہوئے، اور اس میں درجنوں مسلمان زخمی اور شہید بھی ہوئے اور اس طرح کے متعصّبانہ واقعات سے دنیا بھر کے مسلمانوں کے دل زخمی ہوتے رہتے ہیں۔مغربی ممالک میں سالہا سال سے اسلام دشمنی زور پکڑا ہوا ہے اور آئے روز اس کے ناپاک وحقیر عزائم بھی ظہور پذیر ہو رہے ہیں لیکن ستم ظریفی یہ کہ اقوام متحدہ، انسانی حقوق، امن اور رواداری کا درس دینے والی تنظیمیں اس طرح کے واقعات کے خلاف کوئی مثبت وتوانا آواز نہیں اٹھا رہے اور نہ ان کی طرف سے ان شر پسند عناصر کو روکنے کی کوئی عملی کوشش کی جاتی ہے، نہ مغربی ممالک کے حکمران اس کی روک تھام کے لئے آگے بڑھتے ہیں۔آج کی مہذب مغربی دنیا امن وسکون اور رواداری کے گن گا رہی ہے لیکن وہ خود ان جرائم کی مرتکب ہے اور امن وامان کی فضا کو تعصب سے بدبودار کر رہی ہے۔

سیان تنظیم کی طرف سے قرآن مجید کی یہ بے حرمتی محض ایک اتفاقی اور جزوی واقعہ نہیں بلکہ یہ بات اب روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ اسلام دشمنی روشن خیالی اور اعتدال پسندی کے لبادے میں مستور مغرب کی باقاعدہ طور پر ایک پالیسی بن چکی ہے مغرب میں اس طرح واقعات رونما ہونا مغربی ممالک کی سوچی سمجھی منصوبہ بندی کا واضح ثبوت ہے،مسلم ممالک کے حکمرانوں کی طرف سے اس طرح کے گھناؤنے افعال اور حرکات کو صرف اسمبلی کے فورم پر قراردوں سے مسترد کرنا، احتجاج ریکارڈ کرانا اور سڑکوں پر مظاہرے کرنے پر اکتفا کرنا اس قضیہ کا مستقل حل نہیں، اسلام دشمنی کے ایسے دلخراش واقعات سے نمٹنے کیلئے مظاہروں اور احتجاجی جلوسوں سے بات نہیں بننے والی بلکہ اس نوعیت کے حساس مسئلے کو عالمی سطح پر دیدہ دلیری اور شجاعت کے ساتھ سنجیدہ طور پر اٹھانا اب ناگزیر ہو چکا ہے، مذمتوں کے بجائے آئندہ کیلئے اس مسئلے کو سنجیدگی سے اختیار کرنا اس وقت کی اشد ضرورت ہے مسلم دنیا کے ۵۷ ملکوں کے رہنما اگر باہمی اتفاق سے مغرب کے ساتھ اس مسئلے کو اٹھائیں تو اس کے مثبت اور دورس نتائج نکلیں گے، ورنہ ہر دوسرے تیسرے ماہ ہمارے دل اور احساسات اسی طرح گھائل ہوتے رہیں گے۔ عالم کفر اس طرح کی حرکات سے مسلمانوں کی ایمانی غیرت کو جانچتے ہیں کہ اب مسلمانوں میں کتنا ایمان اور غیرت باقی ہے؟ کیا مسلمان اس طرح کی حرکات سے ہمارا ڈٹ کر مقابلہ کرنے کی سکت رکھتے ہیں کہ نہیں؟ لہٰذا ایسی صورت حال میں مسلم حکمرانوں اور سیاسی زعماء کو اپنے مفادات سے دستبردار ہو کر اکٹھا ہونا ہوگا کیونکہ اس قسم کے واقعات رونما ہونے پر وقتی طور پر امت مسلمہ غم وغصے کا اظہار تو کرتی ہے لیکن پھر بہت جلد حالات معمول پر آجاتے ہیں، مسلمانوں کی غیرت ایمانی زبانی جمع خرچ کے سوا عملی

اقدامات کا کوئی نمونہ نظر نہیں آ تا، عالم کفر ہمارے ساتھ کچھ بھی کرلے لیکن ہم ٹس سے مس نہیں ہوتے، وہی معمول کے مطابق زندگی بسر کرتے ہیں، عمر الیاس جیسے غیور مسلمان اپنے مذہب سے دل و جان سے محبت کرنے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت پر جان قربان کرنے والے بہت کم ہیں، عصر حاضر کے مسلمان رقص وموسیقی کی محافل میں گم ہوگئے اور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اوران کے اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اسلاف امت کے واقعات کو بھی بھلا بیٹھے، مسلمانوں کی حالت زار دیکھ انسان دل گرفتہ ہوجاتا ہے ،لہٰذا مسلم حکام اور عامۃ الناس اپنی زندگی میں عیش و طرب کے رجحانات کو ترک کرکے اجتماعی وانفرادی طور پر اللہ کی طرف رجوع کریں، اس آزمائشی صورت حال میں امت مسلمہ کو خواب غفلت سے بیدار ہونا انتہائی ضروری ہے ہمیں اپنی صفوں میں اتحاد و یگانگت کا مظاہرہ کرنا ہوگا اسی میں ہماری تمام دینوی مسائل، مصائب اور مشکلات کا حل ہے اور اسی میں ہماری اخروی نجات بھی مضمر ہے، اللہ ہم سب کا حامی و ناصر ہو(آمین)

پیر طریقت حضرت مولانا سیف الرحمٰن درخواستی رحمہ اللہ کی رحلت

حافظ الحدیث ، پیر طریقت حضرت مولانا عبداللہ درخواستیؒ کے نواسے ،روحانی خانوادہ کے چشم و چراغ ، نامور علمی شخصیت اور مولانا عبدالروف درخواستی کے فرزند، مہتمم جامعہ شیخ درخواستی راجن پور اور جمعیت علمائے اسلام (س) جنوبی پنجاب کے امیر پیر طریقت حضرت مولانا سیف الرحمٰن درخواستیؒ بھی گزشتہ دنوں ہمیں داغ مفارقت دے گئے، حضرت مولانا مرحوم اپنے عظیم نانا حافظ الحدیث حضرت مولانا عبداللہ درخواستیؒ اور شیخ الحدیث مفتی حبیب الرحمٰن درخواستی کی طرح عمر بھر جمعیت علمائے اسلام اور شہید اسلام حضرت مولانا سمیع الحق صاحبؒ کیساتھ ہر لحاظ سے وابستہ اور منسلک رہے، تمام عمر وفاداری اور عقیدت ومحبت کا اظہار فرماتے رہے ،والد گرامی کی شہادت کے بعد بھی ہمارے ساتھ مکمل تعاون و سرپرستی ورہنمائی جاری رکھی، دین اسلام کی اشاعت اور انسانیت کی علمی، دینی، روحانی اور سماجی خدمت کا جذبہ ان میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا،حق گوئی ان کا طرہ امتیاز تھا، آخری عمر تک قرآن وحدیث کی تعلیم وتربیت سے وابستہ رہے، آپکے جانے سے علمی و سیاسی لحاظ سے بہت بڑا خلا پیدا ہوگیا ہے۔آپکی جدائی سے جمعیت علمائے اسلام اور خانوادہ حقانی مشفق سرپرست سے محروم ہوگئے ہیں ،یقیناً ہمارا خاندان حقانی اور ابنائے حقانیہ اس صدمہ پر خود کو تعزیت کا مستحق سمجھتا ہے ،اللہ مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام سے نوازے اور خصوصاً شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی حبیب الرحمٰن درخواستی صاحب سمیت ودیگر تمام پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے امین

شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب
ضبط وترتیب: مولانا حافظ سلمان الحق حقانی

بارگاہ الٰہی میں
فقراء اور مساکین کا مقام ومرتبہ

نحمده ونصلى على رسوله الكريم أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم بسم الله الرحمٰن الرحيم **وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَ الْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَ لَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ لَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَ اتَّبَعَ هَوٰىهُ وَ كَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا** (الکهف:۲۸)

''اور آپ اپنے کو ان لوگوں کے ساتھ مقید رکھا کیجئے جو صبح و شام (یعنی علی الدوام) اپنے رب کی عبادت محض اس کی رضا جوئی کے لئے کرتے ہیں، اور دنیاوی زندگانی کی رونق کے خیال سے آپ کی آنکھیں (یعنی توجہات) ان سے ہٹنے نہ پائیں اور ایسے شخص کا کہنا نہ مانئے! جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کررکھا ہے۔ اور وہ اپنی نفسانی خواہش پر چلتا ہے اور اس کا یہ حال حد سے گزرا ہے۔''

عن حارثه بن وهب قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الا اخبركم باهل الجنة كل ضعيف متضعف لو اقسم على الله لابره الا اخبركم باهل النار كل عتل جواظ مستكبر (البخاری۴۹۱۸)

''حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ میں تمہیں یہ نہ بتاؤں کہ جنتی کون لوگ ہیں؟ پھر فرمایا کہ ہر وہ شخص جو کمزور ہے (خواہ جسمانی اعتبار سے، مالی لحاظ سے، یا رتبہ اور عہدے کے لحاظ سے اور لوگ بھی اس کو کمزور سمجھتے ہیں) اس کی حالت یہ ہے کہ اگر وہ اللہ کی ذات کی قسم کھالے تو اللہ اس کی قسم کو پورا کردیتے ہیں اور کیا میں تمہیں اہل دوزخ کے بارے میں نہ بتلاؤں؟ پھر فرمایا ہر وہ شخص جو سخت مزاج، شیخی باز، تکبر کرنے والا ہو۔''

فقراء ومساکین کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھنا

محترم ومعزز سامعین کرام! میں نے جو آیت مبارکہ اور حدیث پاک آپ کے سامنے تلاوت کی ،ان میں اللہ تعالیٰ ہمیں حکم فرماتا ہے کہ غریب، فقیر، فاقہ مست اور کمزور مسلمان کو کبھی بھی حقارت کی نظر سے مت دیکھو، کیا معلوم اللہ کے ہاں ایسے لوگوں کا کیسا رفیع وبلند مرتبہ ہے کہ اگر وہ اللہ کی ذات کی قسم اٹھائیں تو اللہ اُن کی لاج رکھتے ہوئے اُن کی قسمیں پورا فرما دیتے ہیں، جب مشرکین مکہ نے مطالبہ کیا کہ ہم آپ کی مجلس میں بیٹھنے کو بایں شرط تیار ہیں کہ آپ ہمارے لئے الگ مجلس کا انعقاد کریں اوران کمزور ضعیف قسم کے فقیروں کیلئے علیحدہ مجلس منعقد کرنے کا بندوبست کریں تو محبوب کبریاء سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرماتے ہوئے ان لوگوں کا یہ مطالبہ رد کردیا کہ اگر حق وصداقت کی طلب لیکر آنا چاہتے ہو تو ان لوگوں کیساتھ بیٹھنا ہوگا، ورنہ ذات باری تعالیٰ اوراس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم سے بے نیاز ہیں، اس لئے تمہارے لئے الگ مجلس منعقد نہیں کی جاسکتی۔

فقراء کے ساتھ متمولین کا رویہ اور اللہ کی طرف سے اس کی مذمت

محترم دوستو! کفار مکہ! فقراء مسلمین کے بارے میں جو کچھ کہہ رہے ہیں، سابقہ انبیائے کرام علیہم السلام کے متبعین کے متعلق بھی اس زمانے کے متمول لوگ یہی کہتے رہے۔

وَ مَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِیْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِیَ الرَّاْیِ (هود:۲۷)

''ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کی اتباع انہی لوگوں نے کی ہے جو ہم میں بالکل رذیل قسم کے لوگ ہیں، وہ بھی محض سرسری رائے سے''

ان لوگوں کا مطلب یہ تھا کہ ہم تو بڑے رتبے کے لوگ ہیں ہم قوم کے سردار ہیں، خان و نواب ہیں، ہماری بہت بڑی اور بلند شان ہے، ہم آپ کی اتباع نہیں کرسکتے، یہ ان بے وقوفوں اور احمقوں کا کام ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ لوگ جنہیں تم رذیل ،احمق اور بے وقوف کہہ رہے ہو، کمزور غریب اور بے نوا سمجھ رہے ہو، ہمارے ہاں بڑے رتبے اور بڑے شان والے ہیں ،تمہاری برادری اور چودہراہٹ ہماری نظر میں کچھ وقعت نہیں رکھتی، ہمارے ہاں بات اصول کی ہے، جو میری مانے گا میرے فرستادوں کا مانے گا، میرے رسول کی اتباع کرے گا، مجھ پر یقین رکھتا ہے، مجھے یکتا اور واحد جانتا ہے ،وہ خواہ کتنا غریب ہو، مسکین اور فقیر ہو، گمنام اور اجنبی ہو، مدفوع بالابواب، (دروازوں پر سے دھکے دے کر نکالا جاتا ہوا) لیکن ہمارے نزدیک وہ ہمارا محبوب، ہمارا دوست اور

ہمارا ولی ہے،اگر وہ میری ذات کی قسم اٹھائے تو محبوبیت کی وجہ سے میں اس کی لاج رکھتے ہوئے سرخرو کر دیتا ہوں اوراس کی قسم کو پورا کر دیتا ہوں۔

فقراء ومساکین کے ساتھ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا مشفقانہ رویہ

اب ذرا دیکھیں! شہنشاہ دوجہان سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک سیاہ فام دیہاتی کے ساتھ کیسا معاملہ اور مکالمہ فرماتے ہیں،حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کبھی کبھار ایک سیاہ فام غریب ونادار شخص (جس کا نام زاہر تھا) آیا کرتے تھے، دیہات کا ڈیل ڈول ،وہی چال ڈھال اور دیہات کی سبزیاں کبھی کبھار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے لایا کرتے تھے، روپے پیسے کے لحاظ سے کم حیثیت،لوگوں کی نظر میں بے وقعت لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ بڑی محبت فرماتے تھے، ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بازار سے گزر رہے تھے کہ حضرت زاہر کو کھڑا دیکھا،بازار میں ایک سیاہ فام غریب اور فقیر بندہ کھڑا ہو تو اسے کون توجہ دیتا ہے؟لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان دیکھئے !پورے بازار کو چھوڑ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم زاہرؓ کے پیچھے سے چپکے سے آئے،دونوں ہاتھوں میں بھر کر زاہرؓ کی آنکھیں بند کرلیں جیسا ازراہ مذاق کبھی دوست باہم ایسا کرتے ہیں،زاہرؓ پہلے تو نہ پہنچانا کہ کون ہے؟ اور جان چھڑانے کی کوشش کی،اس وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بائع کی طرح آواز لگائی من یشتری العبد کون ہے جو غلام خریدیں؟اب حضرت زاہرؓ کو پتہ چلا آوز پہچان گئے کہ حضور علیہ السلام ہیں،چھڑانے کی بجائے اپنی پیٹھ زیادہ قریب کرکے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے لگے اور بے اختیار آپؓ کی زبان سے نکلا،یا رسول اللہ! آپ مجھے غلام بنا کر بیچ دیتے ہیں تو مجھے کون خریدے گا؟ خریدے گا بھی تو قیمت بہت کم لگے گی کہ لوگوں کی میرے بارے میں کوئی دلچسپی نہیں،میں تو معمولی حیثیت کا آدمی ہوں،حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا عجیب جواب دیا لکن عنداللّٰہ لست بکاسد ، ارے زاہر! لوگ تمہاری قیمت کچھ لگالے یا نہ لگائیں لیکن عنداللہ آپ کم قیمت نہیں، یہ آپ کا مرتبہ عنداللہ بہت بڑا اور بلند ہے،اب دیکھئے! اور سمجھنے کی بات ہے کہ بازار میں بڑے بڑے تاجر ہوتے ہوں گے،روپے پیسے والے ہوں گے،حسن وجمال کے موقع ہوں گے لیکن آپ نے سارے بازار والوں کو چھوڑ کر ان کا دل رکھنے اور حوصلہ افزائی کے لئے یا بشارت دینے کیلئے ان کے پاس اس شان سے تشریف لے گئے جیسے کوئی پرانا اور گہرا دوست کسی دوست کے پاس جاکر بے تکلف ہوجاتا ہے۔

آج کل پیسے والوں کی قدر اور غریب سے منہ موڑنے کا رواج

آج تصورات واقدار اورروایات بدل گئی ہیں،لوگوں کی نظر میں عزت والے، اکرام و اعزاز والے وہ ہوتے ہیں جن کے پاس روپیہ، پیسہ ہو جو صاحب مرتبہ اور صاحب عہدہ ہو،خواہ وہ کیسا ہی کمینہ ہو یا نہ ہولیکن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث آپ لوگوں کو سناتا ہوں

عن أبی سعیدی الخدریؓ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال احتجت الجنة والنار فقالت النار فی الجبارون والمتکبرون وقالت الجنة فی ضعفاء الناس ومساکینهم فقضٰی اللّٰہ بینهما إنك الجنة رحمتی أرحم بكِ من أشاء وإنكِ النار عذابی أعذب بك من اشاء ولكليكما علیّ ملؤها (مسلم شریف)

''حضرت ابی سعید الخدریؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جنت و دوزخ کے درمیان باہم مناظرہ اور مباحثہ ہوگیا،دوزخ کہہ رہی تھی کہ میں بہتر ہوں اور جنت کہہ رہی تھی کہ میں بہتر ہوں، دوزخ نے دلیل پیش کی میرے اندر بڑے بڑے جبار اور متکبر لوگ آ کر آباد ہوں گے،اس لئے میری شان اونچی ہے ،جنت نے کہا میرے اندر کمزور اور مسکین قسم کے لوگ آباد ہوں گے، پھران دونوں کے درمیان اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کیا اور جنت سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ تو جنت ہے ،میری رحمت کا نشان اور علامت تیرے ذریعے سے میں جس پر چاہوں گا رحمت نازل فرمادوں گا اور دوزخ سے خطاب کرکے فرمایا کہ تو دوزخ ہے میرے عذاب کا نشان اورمورد ہے اور تیرے ذریعے سے میں جس کو چاہوں گا عذاب دوں گا اور وعدہ فرمایا کہ میں تم دونوں کو بھر دوں گا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو جنت الفردوس نصیب فرمائے اور تمام مسلمانوں کو جہنم کی آگ سے بچائے، امین۔اس حدیث مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے جنت کے ساتھ بھر جانے کا وعدہ فرمایا ہے اور یہ بھی فرمایا کہ میں تیرے اندر ضعیف اور مسکین قسم کے لوگوں کو آباد کروں گا، یہ مطلب نہیں کہ ضعیف اور مسکین جو بھی ہو، جس مذہب سے بھی تعلق رکھتا ہو بلکہ فرمایا ضعفاء المسلمین ومساکینهم یعنی صرف وہ لوگ جنت کے حقدار ہوں گے جو کمزور ہونے کے ساتھ ساتھ مسلمان بھی ہوں، اللہ اور اس کے احکامات پر پورا ایمان رکھتا ہو۔

فقراء اور مساکین کی برکت

ایک حدیث میں ارشاد ہے، تمہیں جو رزق دیا جاتا ہے تمہارے کمزور ضعیف اور معذور لوگوں کی برکت سے دیا جاتا ہے اور تمہاری مدد جو کی جاتی ہے وہ بھی تمہارے ضعیفوں کی برکت سے کی جاتی ہے اور پھر آگے فرمایا، دوزخ کو جبار اور متکبر قسم کے لوگوں سے بھر دوں گا، حدیث شریف آپ نے سنی، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جنت و دوزخ نے باہمی مکالمہ کیا ایک نے کہا کہ میں بہتر ہوں کیونکہ میں ہی رحمت خداوندی کا مورد ہوں، میرے اندر ہی غریب اور کمزور قسم کے لوگ آباد ہوں گے اور ان ہی پر فخر کر کے اپنے آپ کو بہتر سمجھتا ہوں، ایک حدیث میں ہے کہ غریب لوگ مالداروں سے پانچ سو سال پہلے جنت میں جائیں گے، یہ پانچ سو سال کوئی معمولی عرصہ نہیں۔

فقراء کے ساتھ روز قیامت میں حساب و کتاب میں آسانی

حضرات محترم! صاحب جائیداد اور صاحب ثروت لوگوں سے پتہ نہیں کس طرح حساب کتاب ہوگا، جتنا دنیا میں جو مالدار ہے اتنا اس کا حساب بھی لمبا ہوگا، آپ نے دیکھا ہوگا کہ جس مسافر کے پاس سامان زیادہ ہوتا ہے ان کیلئے ان کو ایئرپورٹ اور امیگریشن کے دوران تکلیف اٹھانا پڑتی ہے، بعض دفعہ تو ان کے سامان کی ایک ایک چیز کو پرکھا جاتا ہے اور جس مسافر کے پاس کچھ نہیں ہوتا صرف ایک بیگ ہاتھ میں اٹھا لاتا ہے تو وہ تمام مراحل سے بآسانی گزر جاتا ہے، یہی حال قیامت میں حساب کے دوران مالداروں اور مساکین کا ہوگا، اللہ تعالیٰ ہم سب کو مناقشہ حساب سے بچائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من نوقش الحساب یوم القیامة عذب (ابی داؤد ۳۰۹۳) جس کے ساتھ روز قیامت حساب میں مناقشہ ہوا وہ تو ہلاک ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ایک دفعہ حضرت عمر فاروق اعظمؓ کو کسی نے ان کی وفات کے بارہ سال بعد دیکھا، پسینہ میں شرابور ہے، تو حال پوچھا ،عمرؓ! کیا ہوا؟ کیسے پسینہ میں شرابور ہو؟ ارشاد فرمایا، ۱۲ سال ہوگئے وفات کو، اب حساب کتاب سے فارغ ہوا ہوں، اللہ نے رحم فرمایا اور مجھے چھوٹ ملی۔

تکبر اور دوسروں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھنا موجب ہلاکت

جنت نے فخر کا سبب اپنے اور غرباء ومساکین کو بتایا، دوسری طرف جہنم نے وجہ افتخار اپنے اندر جابر اور متکبر لوگوں کو آباد ہونا بتایا، متکبر لوگ ہی جہنم کے ایندھن ہوں گے کیونکہ تکبر کا معنی یہ ہے کہ اپنے آپ کو بڑا سمجھنا، دوسروں کو اپنے سے چھوٹا سمجھنا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے

پوچھا، یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا اچھا لباس پہننا یہ تکبر ہے؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں، یہ تو تجمل ہے، لباس کی ستھرائی، صفائی، اچھا اور قیمتی لباس پہننا تکبر نہیں، تکبر یہ ہے کہ ان تحقر أخاك مسلماً کہ تو اپنے مسلمان بھائی کو حقیر اور ذلیل جانے، اپنے سے کسی کو کمتر سمجھے، یہی تکبر ہے جو بہت ہی مذموم شے ہے، ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تو فرماتا ہے الکبریاء ردائی فمن نازعنی فی ردائی قصمته تکبر اور کبریائی میری چادر ہے، جو کوئی مجھ سے اپنی چادر چھننا چاہے تو اس کو میں جہنم میں ڈالدوں گا کیونکہ اپنے آپ کو بڑا تو وہ سمجھے جو کسی بھی طرح کسی کا محتاج نہ ہو جو سانس لینے میں بھی خودمختار نہ ہو، جو اپنے وجود کو برقرار رکھنے میں بھی غیر کا محتاج ہو، جو ایک نوالہ اٹھانے میں بھی غیر کا محتاج ہو وہ خاک تکبر کریں، اس کے لئے بڑا بننا زیب نہیں دیتا، جس پر فناء کی تلوار لٹک رہی ہو وہ اپنے آپ کو کیونکر بڑا سمجھے۔

متکبر کی مثال

متکبر کی مثال علمائے کرام نے اس شخص کی سی بیان کی ہے جو بلند وبالا پہاڑ پر کھڑا ہو، نیچے چلتے لوگ اس کو چھوٹے نظر آرہے ہیں اور نیچے وہ لوگوں کو نظر میں چھوٹا دیکھائی دیتا ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو متکبر ہونے سے بچائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لایدخل الجنة من فی قلبه ذرة من الکبر ''جس کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں نہیں جائے گا'' اور متکبرین کو روزمحشر میں چیونٹیوں کی شکل میں جمع کرے گا، اہل محشر ان پر قدم رکھ کر چلتے ہوں گے اور پاؤں تلے روندیں گے، یہ تو محشر کی سزا ہے، آگے پھر کیا ہوگا، تو آپ نے سنا کہ جہنم نے کہا کہ میرے اندر متکبرانہ، جبار قسم کے لوگ آباد ہوں گے، آخر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور جملہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے دونوں سے وعدہ فرمایا ولکلیکما علی ملؤها تم دونوں کا بھرنا میری ذمہ داری ہے، جنت کو اہل ایمان اور عاجزی کرنے والوں سے بھردوں گا، مساکین اور غرباء سے بھردوں گا، دوزخ کو اہل کفر، اہل ضلال، گمراہ اور متکبر ومغرور قسم کے لوگوں سے بھردوں گا، جنت اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نشان مورد اور ٹھکانہ ہے جبکہ دوزخ اللہ تعالیٰ کے غضب، ناراضگی، غصہ اور عتاب کا نشان ومورد ہے۔

بہرحال آپ لوگوں نے غرباء ومساکین کا مرتبہ ومقام کے بارے میں بھی سنا، ان لوگوں کو حقیر وذلیل نہیں سمجھنا چاہیے، ان لوگوں سے نفرت نہیں کرنا چاہیے، یہ بڑے مرتبے کے لوگ ہیں، اللہ کے ہاں ان کا بہت بڑا مرتبہ ومقام ہے، اگرچہ لوگوں کی نظر میں وہ حقیر وذلیل بے نوا مسکین ہو، اللہ تعالیٰ ہم سب کو دوزخ کی آگ سے بچائے، تکبر اور غرور کرنے سے بچائے۔ (آمین)

(قسط ۷۵)

مرتب: مولانا حافظ عرفان الحق اظہار حقانی
استاد دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی ذاتی ڈائری

۱۹۸۸ء کی ڈائری

عم محترم حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ آٹھ نو سال کی نوعمری سے معمولات کی ڈائری لکھنے کے عادی تھے۔ ان ڈائریوں میں آپ اپنے ذاتی اور عظیم والد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے معمولات شب و روز اور اسفار کے علاوہ اعزّہ و اقارب، اہل محلّہ وگردوپیش اور ملکی و بین الاقوامی سطح پر رونما ہونے والے احوال و واقعات درج فرماتے، آپکی اولین ڈائری ۱۹۴۹ء کی لکھی ہوئی ہے۔جس سے آپ کا ذوق اور علمی شغف بچپن سے عیاں ہوتا ہے۔ احقر نے جب ان ڈائریوں پر سرسری نگاہ ڈالی تو معلوم ہوا کہ جابجا دوران مطالعہ کوئی عجیب واقعہ،تحقیقی عبارت،علمی لطیفہ،مطلب خیز شعر، ادبی نکتہ، اور تاریخی عجوبہ آپ نے دیکھا تو اسے ڈائری میں محفوظ کرلیا۔اس پر دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ مطالعہ کے اس نچوڑ اور سینکڑوں رسائل اور ہزار ہاصفحات کے عطر کشید کو قارئین کے سامنے پیش کیا جائے جس سے آئندہ آنے والی نسلیں اور اسیرانِ ذوقِ مطالعہ استفادہ کرسکیں۔تاہم یہ واضح رہے کہ نہ تو یہ مستقل کوئی تالیف ہے اور نہ ہی شائع کرنے کے خیال سے اسے مرتب کیا گیا ہے۔اسلئے ان میں اسلوب کی یکسانیت اور موضوعاتی ربط پایا جانا ضروری نہیں۔یاد رہے کہ یہ ڈائریاں ایک طرف حضرت مولانا عبدالحقؒ اور شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق شہید کے احوال وسوانح کے لئے بھی ایک بنیادی واہم ماخذ کی حیثیت رکھتے ہیں تو دوسری طرف دارالعلوم حقانیہ کی تاریخ اور شب و روز بھی اس میں کافی حد تک محفوظ ہوچکے ہیں...... (مرتب)

سفر عمرہ اور اس سے قبل دارالعلوم کے انتظامی امور کے سلسلہ میں میٹنگ

احقر سمیع الحق نے چونکہ ۲۲ر رمضان المبارک کو سفر عمرہ پر روانہ ہونا تھا، لہٰذا ایک روز قبل دارالعلوم میں اساتذہ اور انتظامیہ کے باہمی مشورہ اور تعاون سے دفتر اہتمام، ماہنامہ الحق، موتمر المصنفین اور تعلیم القرآن حقانیہ ہائی سکول اور دارالعلوم کے مختلف شعبوں سے متعلقہ اہم امور نمٹائے ، صبح ۱۰ بجے کی پرواز سے حجاز مقدس کیلئے روانگی ہوئی، اس مبارک سفر میں شفیق الدین فاروقی بھی میرے ہمراہ ہیں۔

وفاق المدارس کے امتحان مولوی شوکت اور مولوی قاسم کی نمایاں کامیابی

رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں وفاق المدارس العربیہ کے سالانہ امتحانات میں حصہ لینے والے تمام درجات کے طلبہ کے امتحانی نتائج کا اعلان کردیا گیا بحمداللہ امسال بھی دارالعلوم کے

سابقہ شاندار تعلیمی اور امتحانی روایات کو طلبہ دارالعلوم نے برقرار رکھا، مجموعی نتیجہ حوصلہ افزا رہا مجموعی اس پر اللہ کا یہ کرم ہوا کہ پورے پاکستان کے دینی مدارس کے طلبہ دورہ حدیث جنہوں نے امتحان میں حصہ لیا ان میں اول پوزیشن مولوی حافظ شوکت علی ولد مولوی عبدالمنان (موصوف آج کل دارالعلوم حقانیہ کے استاد حدیث اور تعلیمی کمیٹی کے اہم رکن ہیں) اور سوم پوزیشن مولوی محمد قاسم ولد شیخ الحدیث محمد احمد بانی و مہتمم دارالعلوم شیر گڑھ (موصوف جمعیت علمائے اسلام کے پلیٹ فارم سے ممبر قومی اسمبلی منتخب ہوئے تھے) نے حاصل کی۔

دختر نیک اختر (زوجہ عرفان الحق) کی پیدائش

۱۸رمئی ۲شوال ۱۴۰۸ھ کو سفر عمرہ سے واپسی پر دختر نیک اختر (زوجہ عرفان الحق) کی پیدائش کا مژدہ ملا، جس کا نام عافیہ رکھا گیا، قبلہ والد ماجد نے بھی موصوفہ کی نیک بختی اور برکتوں کیلئے دعاؤں سے نوازا، اللہ تعالیٰ اس بچی کو عالمہ صالحہ ٹھہرا کر ذخیرہ آخرت کا ذریعہ ٹھہرا دے عصمها الله وعافاها والحمدلله على ذلك وليس الذكر كالانثى اللهم اجعلها عفيفةً واحفظها عن شرور الدهر والزمن امین۔

تحریک استحقاق اور اس پر خطاب
شریعت آرڈیننس یا نفاذ شریعت سے فرار کی کوشش

میں تحریک پیش کرتا ہوں کہ سینیٹ کا اجلاس ملتوی کر کے میرے استحقاق سے متعلق درج ذیل معاملہ زیر غور لایا جائے، ہم نے سینیٹ میں شریعت بل پیش کیا تھا جو مختلف مراحل سے گذرتے ہوئے دفعہ وار بحث کے مرحلہ پر ایک منتخبہ کمیٹی کے سپرد کر دیا گیا تھا، لاکھوں مسلمانوں نے بل کے حق میں سائے دی اور یہ کروڑوں مسلمانوں کے دلوں کی دھڑکن بن گیا کہ اچانک صدرِ پاکستان نے اسمبلی توڑنے کے بعد ایک شریعت آرڈیننس جاری کر دیا، جس میں ہمارے بل کا کوئی بھی ایک دفعہ موثر، جامع اور اصل شکل میں شامل نہیں کیا گیا، مثلاً عدالتوں کو شریعت کے مطابق فیصلوں کا پابند نہیں کیا گیا، انتظامیہ اور مقننہ کو پابند نہیں کیا گیا، احکامِ مملکت کو احتساب سے بالاتر رکھا گیا، غیر اسلامی مالیاتی اور عائلی قوانین ختم کر دینے کے بجائے اس کیلئے جو طریقِ کار رکھا گیا وہ ایک طویل منزل ہفت خوان کو سر کرنے کے برابر ہے، تعلیم اور ذرائع ابلاغ کے بارہ میں فوری نافذ العمل قوانین نہیں رکھے گئے اور سب سے بڑی بات یہ کہ قرآن مجید و سنت کو سپریم لاء کے بجائے صرف ایک بڑا سرچشمہ قرار دے دیا گیا، اس صورت حال کے باوجود عوام کو یہ تاثر دیا گیا کہ شریعت نافذ العمل ہو چکی ہے، اور

اب پیش شدہ شریعت بل نافذ کرنے کی ضرورت نہیں یہ صورت حال منطقی طور پر شریعت بل کو ختم کرنے اوراس کے نفاذ سے فرار کی ایک کوشش ہے،اس سے نہ صرف میرا بلکہ سارے ایوان اور ملک کے کروڑوں مسلمانوں کا استحقاق مجروح کردیا گیا ہے،اسلئے اس مسئلہ کو زیر غور لایا جائے۔

حکومت کی جانب سے شریعت کے نفاذ کے نام پر قوم کو گمراہ کرنے کی کوشش

مولانا سمیع الحق نے تحریک استحقاق پر بحث کا آغاز کرتے ہوئے کہا کہ بدقسمتی سے مسلم لیگ حکومت کے خاتمہ اورقومی اسمبلی کے توڑنے کا مقدمہ بھی ہمیں لڑنا پڑ رہا ہے، یہ صدر ضیاء الحق کا امرانہ اقدام تھا، جس کی تعریف ہرگز نہیں کی جاسکتی ،لیکن مسلم لیگ حکومت کے خاتمے اوراسمبلی کے توڑنے پر اظہار افسوس بھی اسلئے نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ اس اسمبلی نے نفاذ شریعت کی طرف ہماری پرزورتحریک شریعت بل اور ہرممکن انذار وتنبیہ کے باوجود بھی کوئی توجہ نہیں دی ، ہماری مخلصانہ کوششوں کے باوجود حکومت کے کسی بھی ذمہ دارفرد نے نفاذ شریعت کے معاملہ میں دستِ تعاون دراز نہ کیا،مگر حیرت ہے کہ قومی اورسیاسی رہنماؤں نے بھی عجیب اندازِ فکر کا اظہار کیا، اوراسمبلیاں ٹوٹنے کو قوم کی فتح قرار دیا، حالانکہ یہ اسمبلیاں عوام کی نمائندہ تھیں اوراس کے بعد بڑے بڑے سیاسی لیڈروں نے صدرضیاء الحق کی نگران حکومت میں شمولیت کی تیاریاں شروع کردیں، اس طرح مجموعی طور پرقومی سیاست ایک بار پھر ابہام کا شکار ہوگئی ان حالات میں سابق وزیراعظم کیلئے ضروری تھا کہ قوم کو ان حالات سے آگاہ کرتے جن کی وجہ سے اسمبلی توڑنا پڑی،اس جنگ کے فریق دو افراد تھے،جن میں ایک سابق وزیراعظم ہیں اوردوسرے فریق صدرمملکت ہیں جنہوں نے اپنا نقطہ نظر عوام کے سامنے پیش کردیا، ایسی صورت حال میں سابق وزیراعظم نے اس مسئلہ کو معاہدۂ تاشقند بنادیا اورانہوں نے ابھی تک بلی تھیلے سے نہیں نکالی،اس وقت سانحۂ اوجڑی کیمپ، جرنیلوں کی ترقیوں اورعزل وتبدل اوراسلحہ کی فروخت کا بھی ذکر ہورہا ہے،جس سے فوج اورقوم میں خلیج بڑھ رہی ہے ،لہٰذا سابق وزیراعظم کا فرض بنتا ہے کہ صحیح صورت حال سے قوم کو آگاہ کریں عوام کو اعتماد میں لیں، باقی رہا، جناب صدرمملکت کا ۲۹رمئی کی ملکی صورتحال پر تبصرہ ، جس کو مسلم لیگ حکومت کے خاتمے کی وجہ جواز قرار دیا گیا تھا، تووہ صورتحال ابھی تک جوں کی توں برقرار ہے ، امن وامان کی صورت مخدوش ہے ، رشوت اور کرپشن کا آج بھی بازار گرم ہے ، صدرمملکت کو چاہیئے کہ وہ کرپشن کے مرتکب پارلیمنٹیرین کے نام منظر عام پر لائیں تاکہ تمام پارلیمنٹیرین متأثر نہ ہو، صدرمملکت نے اپنی نگران حکومت میں پھر سے انہی لوگوں کو

وزیر بنادیا، جو ماضی میں برسراقتدار رہے اور ماضی کے کردار کے اصل ذمہ دار تھے، کیا صدر صاحب نے ''شرح صدر'' کے تحت راتوں رات ان وزراء کے سینے چیر کر نور سے بھر دیئے ہیں کہ یہ لوگ نگران کابینہ میں آکر راہِ راست پر آگئے ہیں؟ صدر مملکت کی جانب سے ریفرنڈم اسلام کے نام پر کرایا گیا تھا، مگر اسلام نافذ نہ ہوا، لہٰذا ریفرنڈم بھی کالعدم ہوگیا، آٹھویں ترمیمی بل کے موقع پر ہم نے چالیس ترامیم پیش کیں، جن میں صدر مملکت کے اختیارات کو محدود کرنے کا سوال بھی اٹھایا گیا تھا، لیکن سابق وزیراعظم نے نواں ترمیمی بل اسمبلی میں لانے کی یقین دہانی پر یہ بل پاس کرالیا، ہم نے صدر مملکت کو اختیارات کی یہ تلوار نہ سونپنے کا مطالبہ کیا تھا، جس کا خمیازہ ۲۹ رمئی کو مسلم لیگ حکومت کو بھگتنا پڑا اور صدرِ مملکت نے اسمبلی توڑنے کے بعد شریعت کے نفاذ کے بجائے قوم کو سراب دکھایا ہے، شریعت آرڈیننس میں اسلام کی بالادستی کا کوئی تصور نہیں اور اس کے سپریم لاء ہونے کی کوئی ضمانت نہیں، نہ لوگوں کے پاس وکیلوں کیلئے فیس کی رقوم ہوں گی، اور نہ وہ عدالتوں میں رٹ پٹیشن داخل کرسکیں گے، اسلئے شریعت آرڈیننس میں شریعت عملی نفاذ کو قانونی پیچیدگیوں کا شکار بنادیا گیا، ، نہ نومن تیل ہوگا، نہ رادھا ناچے گی، ہم نے ماضی میں جونیجو حکومت کی طرف سے ایسی ناقص ونا تمام شریعت کے نفاذ کی پیشکش کو مسترد کردیا تھا، جو اب صدر ضیاء الحق نے شریعت آرڈیننس کی صورت میں نافذ کردی ہے، شریعت کے نفاذ کے نام پر قوم کو گمراہ کیا جارہا ہے، شریعت بل کی ایک دفعہ بھی شریعت آرڈیننس میں شامل نہیں کی گئی۔ مولانا سمیع الحق کی تقریر کے دوران وزیر عدل وانصاف نے مخالفت کی، اور کہا کہ معزز رکن صرف تحریکِ استحقاق کی قانونی حیثیت کے بارے میں دلائل دیں، مگر مولانا سمیع الحق نے اپنی تقریر جاری رکھی۔ (نوائے وقت راولپنڈی ۱۴ رجولائی ۱۹۸۸ء)

مولانا سمیع الحق کی کراچی میں پریس کانفرنس

(متوقع انتخابات اور ارباب حکومت واہل سیاست کی ذمہ داریاں)

اس وقت پوری قوم عام انتخابات کے شیڈول کی منتظر تھے، اسلئے حکومت جلد از جلد انتخابی پروگرام کا واضح اعلان کرکے ابہام اور شکوک وشبہات کی فضاء کو ختم کردے، ہمارا مطالبہ ہے کہ عام انتخابات آئینی مدت کے اندر جماعتی بنیادوں پر کرائے جائیں اور یہ انتخابات متناسب نمائندگی کے طریق کار کے مطابق ہوں، کیونکہ الیکشن میں جاگیرداروں، وڈیرہ شاہی، غنڈہ گردی، سرمایہ داری، برادری ازم اور لسانی وقومی بنیادی پر جتھ بندیوں کا اسکے سوا کوئی ذریعہ موجودہ حالات میں ممکن نہیں۔

جمعیۃ علماء اسلام دینی وسیاسی جماعتوں سے ملک کی سالمیت، یکجہتی اور شریعت کی بالا دستی کی بنیادوں پر انتخابی اتحاد کو وقت کا اہم تقاضا سمجھتی ہے، اگر ایک طرف علاقائی اور لسانی عصبیتوں، سیکولر نظریات، لادینیت کی علمبردار قوتیں اکٹھی ہورہی ہیں، تو حالات کی نزاکت کا احساس کرتے ہوئے دینی اور سیاسی ہم خیال جماعتوں کا باہمی مفاہمت اور اتحاد بھی وقت کی اہم ترین ضرورت ہے، ہم اس سلسلہ میں جدوجہد کا آغاز کرچکے ہیں، اور میرا دورۂ کراچی بھی اس سمت کی طرف ایک عملی قدم ہے۔

ہم سیاسی جماعتوں پر رجسٹریشن کی پابندی ختم کرنے کی عدالتی کاروائی کا خیر مقدم کرتے ہیں، اس سے تمام جماعتوں کی انتخابات میں شرکت کی راہ ہموار ہوگئی ہے، اور اس سے عام انتخابات پر عوام کے اعتماد میں اضافہ ہوگا۔ جمعیۃ علماء اسلام نے آئندہ انتخابات میں بھرپور حصہ لینے کا فیصلہ کیا ہے، چاروں صوبوں میں انتخابی تیاریوں کا آغاز ہوچکا ہے، حال ہی میں راولپنڈی میں جمعیۃ علماء اسلام کے جنرل کونسلوں اور مرکزی مجلسِ عمومی کے دوروزہ اجلاس میں چاروں صوبوں کیلئے پارلیمانی بورڈ تشکیل دیئے جاچکے ہیں اور مرکزی سطح پر بھی ایک بورڈ قائم کردیا گیا ہے، اس اجلاس میں جمعیۃ کے انتخابی منشور کو آخری شکل دی گئی ہے جس کے اہم نکات آپ کے سامنے پیش کئے جارہے ہیں۔

شریعت آرڈیننس کے بارے میں علماء کرام اور دینی حلقوں کو سنجیدہ اور متوازی رویہ اختیار کرنا چاہئے جبکہ ہم اس آرڈیننس کی تحسین وتصویب نہیں کرسکتے، کیونکہ اس کی ایک ایک شق پر غور کرنے کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں، کہ ہمارے شریعت بل کے مقاصد اس آرڈیننس سے ہرگز پورے نہیں ہوسکتے، وہ ایک جامع متفقہ بل تھا، جس میں شریعت کی جامع تعریف تھی، عدالتوں کو شریعت کے مطابق فیصلہ کرنے کا پابند بنایا گیا تھا، مقننہ، انتظامیہ اور عدلیہ اور حکمرانوں کو کتاب وسنت کے مطابق فیصلہ کرنے کا پابند اور احتساب کے دائرہ میں لایا گیا تھا۔

موجودہ آرڈیننس ایک ناقص دستاویز ہے، اور اس موقف کا غماز ہے جسے سابقہ حکومت اور وزارتِ قانون اور مذہبی امور کے وزیر نے اختیار کیا تھا، نئی کابینہ میں انہیں لوگوں کو دوبارہ رکھا گیا ہے اور اسی ذہنیت کے لوگوں کو آگے لایا گیا، انہوں نے اس آرڈیننس کے ذریعہ انہیں عزائم کی تکمیل کردی جو شریعت بل کی مخالفت کرتے ہوئے ان کے پیشِ نظر تھے، اس آرڈیننس میں شریعت کو بالاتر قانون قرار دینے کے بجائے ایک بڑا سرچشمہ قرار دیا گیا اور ریاست کو شریعت کا پابند کرنے کے بجائے محض راہنمائی کا مقام دیا گیا۔ عام عدالتیں تو درکنار کسی بھی بڑی سے بڑی عدالت کو کتاب وسنت کے مطابق فیصلہ کرنے کا پابند نہیں بنایا گیا، کسی قانون کا شرعی تشخص معلوم کرنے کیلئے شرعی

عدالت اور ہائی کورٹ کو دو ماہ کی مدت دی گئی ہے لیکن اپیل کے فیصلے کی کوئی مدت مقرر نہیں اور اگر کوئی قانون غیر اسلامی بھی قرار پائے تو جب تک حکومت اسمبلی کے ذریعہ متبادل قانون نہ بنا سکے، اس کے تحت ساعت جاری رہے گی ، یہ ایسا منزل ہفت خوان ہے جس کے سر کرنے کیلئے صدیاں درکار ہوں گی ،ان وجوہات سے ہماری جدوجہد یہ ہے شریعت آرڈیننس کی مخالفت کرنے کے بجائے ہم اسے جامع مکمل اور مؤثر بنانے کیلئے سینیٹ کے اندر اور باہر جدوجہد جاری رکھیں ہم حکمرانوں کے ناقص ادھورے اقدامات اور منافقانہ وعدوں کی حقیقت سے عوام کو بتا دینا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔

دوسری طرف ان لادین نظریات کے حامل دانشوروں ، مغرب زدہ خواتین اورلادین جماعتوں کی مذمت کرتے ہیں، جو شریعت کا نام سن کر ہی مخالفانہ ردعمل ، جلوسوں اور مظاہروں کا سلسلہ شروع کردیتے ہیں، اس میں اشترا کی ذہنیت کے عناصر، مغرب زدہ حیا باختہ طبقے پیش پیش ہیں اور ہم کسی آرڈیننس کی آڑ میں قرآن وسنت ، اسلامی قوانین ،اوراسلامی نظام کی کھلے بندوں مخالفت کرنے والوں کے شرمناک رویہ سے اظہار برأت کرتے ہیں، ہمارا نقطہ نظر یہ ہے کہ نفاذ شریعت کیلئے اقدامات مکمل ہوں اور مخالفت کرنے والوں کا موقف یہ ہے کہ یہاں نفاذ شریعت کا عمل سرے سے نہ ہو، دونوں حلقوں کے ردعمل میں یہ اصولی اور نظریاتی فرق رائے عامہ کے سامنے واضح ہونا چاہئے۔

شریعت آرڈیننس اور سینٹ میں اس کا مفصل تجزیہ

صدر پاکستان کی طرف شریعت آرڈیننس سینٹ کے اجلاس میں غور وفکر کے لئے زیر بحث رہا، احقر (مولانا) سمیع الحق (شہید) مرکزی سیکرٹری جنرل جمعیت علماء اسلام نے ۷/اگست ۸۸ء کو صبح کے اجلاس میں سینٹ میں اس موضوع پر بحث کا آغاز کرتے ہوئے حسب ذیل خطاب کیا، جسے سینٹ سیکرٹریٹ کے شعبہ رپورٹنگ کے ضبط کردہ شکل میں محفوظ کیا گیا، اس خطاب میں شریعت آرڈیننس کی خامیوں پر تفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے ۔لہٰذا یہ تاریخ کا حصہ بنانے کی غرض سے پیش کیا جارہا ہے

مولانا سمیع الحق: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم : جناب چیئرمین صاحب ! شریعت آرڈیننس کے بارے میں ملک میں تین قسم کے نقطۂ نظر اب تک سامنے آئے ہیں۔

نفاذ شریعت اور تین نقطہ نظر

تین قسم کے خیالات ہیں،ایک تو اس ملک میں وہ طبقہ ہے، جو درحقیقت اس ملک میں دین

کی بالا دستی اور اسلام کی بات کو سننا تک گوارا نہیں کرتا، اور وہ اس ملک کو ایک سیکولر اور لادینی سٹیٹ دیکھنا چاہتا ہے، وہ طبقہ جو دین دشمن عناصر کا طبقہ ہے، وہ تو ابتدائی دن سے اس ملک میں شریعت کی بات سننے کو تیار نہیں ہے، اور جہاں شریعت کی بات آجائے وہ شور مچانا شروع کر دیتے ہیں وہ لوگوں کو سڑکوں پر نکالتے ہیں جلوس نکالتے ہیں اور کبھی عورتوں کے حقوق کی آڑ میں، کبھی کسی آڑ میں پورے اسلام کو، پوری شریعت کو، پورے قرآن وسنت کو اسلامی قوانین کو اسلامی حدود کو چیلنج کرتے ہیں، اور اسکے خلاف نعرہ بازی کرتے ہیں، ہم سمجھتے ہیں کہ وہ طبقہ تو اس ملک میں اور اس نظریاتی مملکت میں رہنے کا حقدار ہی نہیں ہے، یہ ایک اسلامی ملک ہے، اور اسلامی نظام کیلئے بنایا گیا اور اس کیلئے بے تحاشا قربانیاں دی گئی ہیں اس ملک میں جب بھی نافذ ہوگا، تو اسلام ہی نافذ ہوگا اور اس ملک میں جب تک شریعت کی بالادستی قائم نہیں کی جائے گی، تو جن مسلمانوں نے قربانیاں دی ہیں وہ رائیگاں رہیں گی، اس وقت شریعت آرڈیننس کے نام سے جو چیز سامنے آئی، تو کچھ لوگوں نے فوراً اس کو مسترد کر دیا، ان کو اس مسئلے سے دلچسپی نہیں ہے، کہ یہ چونکہ ضیاء الحق نے نافذ کیا ہے، اگر اسے جونیجو نافذ کرتا تو مان لیتے ان کو سرے سے شریعت کے نام سے چڑ ہے تو ہم اس طبقے میں بھی نہیں ہیں اور اس طبقے سے بیزاری کا اعلان کرتے ہیں اور ایک طبقہ وہ ہے جو خوشامدی اور درباری قسم کے لوگ ہوتے ہیں اور حکومت کی طرف سے جو بھی بات سامنے آجائے، خواہ اس میں کوئی حقیقت ہو یا نہ ہو، اس میں کوئی وزن ہو یا نہ ہو، اس میں کوئی مثبت یا انقلاب آفرین باتیں ہوں یا نہ ہوں، لیکن وہ اخبارات کے ذریعے، ٹی وی کے ذریعے مبارک سلامت میں لگ جاتے ہیں، اس شریعت آرڈیننس کے بارے میں بھی بعض لوگوں نے مبارک سلامت کا طوفان مچادیا کہ واقعی اس ملک میں شریعت نافذ ہوگئی اور شریعت کی بالادستی آگئی انہوں نے یہ تک نہیں دیکھا کہ شریعت آرڈیننس ہے کیا؟ نہ اس کا مطالعہ کیا لیکن فوراً شور مچادیا، اور مبارک سلامت شروع ہوگئی کہ اسلامی انقلاب آگیا ہے، اب عوام کے تمام مسائل حل ہو جائیں گے، تو ہم اس طبقے سے بھی نہیں ہیں؟

شریعت پہلے سیاست بعد میں

ہم نے ہمیشہ سیاست کو ثانوی نظر سے دیکھا ہے ہم اس ملک میں شریعت کی بالادستی چاہتے ہیں، خواہ وہ پارٹی سسٹم کے ذریعے ہوجائے یا نان پارٹی سسٹم کے ذریعے ہوجائے خواہ مارشل لاء کے ذریعے ہو یا خواہ جمہوری اداروں کے ذریعے ہو، ہم مارشل لاء کی تحسین نہیں کرتے، لیکن اگر ہمیں

شریعت کی بالادستی مارشل لاء سے بھی ملتی ہیں،تو اس کو بھی خوش آمدید کہتے ہیں کہ شریعت ہمیں چاہئے ،اگر جمہوری حکومت آ کر شریعت کو پس انداز کرتی ہے ،اوراس کو نظرانداز کرتی ہے تو ہم نے اس جمہوری حکومت سے بھی لڑائی لڑی ہے اور تین سال ہم جو نیجو گورنمنٹ سے اور آٹھ سال ضیاء الحق صاحب سے بھی الجھے ہوئے ہیں اس معاملے میں ہم نے کوئی مفاہمت نہیں کی ، نہ مداہنت کی ہے، نہ ترغیب میں آئے ہیں، نہ ترہیب میں آئے ہیں نہ لالچ میں آئے ہیں۔

شریعت آرڈیننس اور متوازن راستہ

شریعت آرڈیننس کے بارے میں بھی ہم نے یہی محتاط رویہ اختیار کیا، اور ہم نے کہا کہ ایک متوازن رائے سامنے آجائے ہم نے شریعت آرڈیننس کو مسترد بھی نہیں کیا، ہم نے شریعت آرڈیننس کی موجودہ شکل میں تحسین بھی نہیں کی، بلکہ ہم نے بڑے غور سے اس کا جائزہ لیا، کہ شریعت آرڈیننس سے واقعۃً جو مقاصد ہیں، وہ پورے ہوتے ہیں یا نہیں؟ تو ہمیں بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ جو چیز ہم چاہتے ہیں۔

شریعت بل کیلئے طویل جدوجہد

اور جس شریعت بل کو ہم نے معزز ایوان کے سامنے رکھا تھا، اور جس کیلئے ہم نے تین سال مسلسل تگ و دو کر کے جدوجہد کی اور مسلمانوں نے اس کے حق میں مظاہرے کئے ، پارلیمنٹ تک آئے اور محضرنامے بھیجے ، جناب چیئرمین صاحب! آپ نے خود فرمایا تھا، کہ کسی بل کے بارے میں پارلیمانی تاریخ میں اتنی عظیم دلچسپی کہیں بھی نہیں آئی ، میں خود آپ کے سامنے اس پرانی بلڈنگ میں حاضر ہوا تھا اور تین پیٹیاں سر پر اٹھا کر آپ کی خدمت میں لایا تھا، میز پر میں نے رکھی تھیں کہ یہ محضر نامے کراچی سے آئے ہیں آپ نے کہا کہ یہ تو بہت زیادہ ہیں میں نے کہا کہ حضرت نیچے پورا ٹرک بھرا ہوا کھڑا ہے، آپ نے پھر اپنے سٹاف کو بلایا اور ان کو بھیجا اور انہوں نے پورا ٹرک نیچے خالی کرا کے اسمبلی کے محافظ خانے میں رکھا ، تو اس سلسلے میں مسلمانوں کی دینی تنظیموں کی عظیم جدوجہد ہوئی اور پھر اس ایوان نے اس کیلئے کمیٹیاں بنائیں، سٹینڈنگ کمیٹی بنی، سلیکٹ کمیٹی بنی ، پھر دوبارہ کمیٹیاں بنائی گئیں ، پھر اس پر تین سال پہلی خواندگی جاری رہی، اور دوبارہ دفعہ وار بحث شروع ہوئی ، تو ہم ایک ایسی چیز ملک میں نافذ کرانا چاہتے تھے، جس سے واقعی عدلیہ میں، مقنّنہ میں، ذرائع ابلاغ میں اور انتظامیہ میں کچھ بہتر تبدیلیاں آجائے، مگر ہوا یہ کہ اس شریعت بل کو سردخانے میں ڈال دیا گیا اور اب ایک آرڈیننس نافذ کیا گیا ہم سمجھتے ہیں کہ قومی اسمبلی جب ٹوٹ گئی ،تو آرڈیننس ہی نافذ کیا

جاسکتا تھا،لیکن جب اسمبلی توڑی گئی تو اس کے لئے بھی سب سے بڑا عذر اور سب سے بڑا جواز یہی مہیا کیا گیا ہے، کہ قومی اسمبلی نے اور پچھلی گورنمنٹ نے اسلام کے نفاذ میں دلچسپی نہیں لی، اب ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ واقعی کوئی انقلاب انگیز اور فوری مثبت اثرات والے اقدامات کئے جاتے، تب تو صدر ضیاء الحق کے اس اقدام کو کوئی جواز بھی مہیا ہو جاتا،لیکن انہوں نے بڑے جذبات واحساسات کے بعد قوم کے سامنے اس آرڈیننس کے ذریعہ جو چیز رکھی تو میں سمجھتا ہوں کہ اس میں ہم کسی بھی مثبت تبدیلی کی طرف نہیں جاسکتے ، نہ ہی اس ملک میں اسلامی نظام نافذ ہوسکتا ہے ، جو مروج قوانین ہیں،ان کو ہم تبدیل کر سکتے ہیں اور نہ ہی اسلامی قوانین کو بالا دستی حاصل ہوسکتی ہے ۔

قرآن وسنت سپریم لاء ہے صرف سرچشمہ نہیں

سب سے پہلی چیز جس پر ہم کئی سال سے جھگڑ رہے تھے، وہ یہ تھی کہ قرآن وسنت کو سپریم لاء واضح طور پر تسلیم کیا جائے ،قرآن وسنت صرف لاء ہی نہیں ہے بلکہ سپریم لاء ہے ،اگر اس کو سپریم لاء مان لیتے تو سارے قانون جو غیر اسلامی ہیں، اور جو مروج قوانین ہیں، جو بھی اللہ کے قانون سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قوانین سے متصادم ہوتے وہ خود بخود کالعدم ہو جاتے ،ہم نے اس چیز کو نویں ترمیمی بل کے ذریعہ پاس کرانے کی کوشش ی ، اور آٹھویں ترمیم کے سلسلہ میں جو جھگڑے جاری ہے ،اس کے صلے میں نویں ترمیم کا مسودہ تیار ہوا اور الحمدللہ کہ یہ اعزاز سینٹ کو حاصل ہوا کہ اس نے نویں ترمیمی بل کو راتوں رات منظور کرلیا۔اس نویں ترمیمی بل میں بھی سب سے بڑی چیز جو ہمیں حاصل ہوسکتی تھی وہ یہ کہ اس کا ایک دفعہ یہ تھا کہ قرآن وسنت اس ملک کا سپریم لاء ہوگا، اس سپریم لاء کے لفظ پر ہماری کمیٹیوں میں وزیر قانون اور وزارت قانون کے بڑے بڑے ججوں کے ساتھ مہینوں جھگڑے چلتے تھے، بالآخر انہوں نے تسلیم کرلیا تھا، کہ قرآن وسنت نہ صرف خود ایک لاء ہے، بلکہ سپریم لاء ہے لیکن آرڈیننس میں صدر صاحب خود نویں ترمیم بل کو نظرانداز کر گئے ،انہوں نے (اسمبلی) توڑتے وقت) تقریروں میں تو یہ کہا کہ ان لوگوں نے (ممبران نے) نویں ترمیمی بل کو پاس نہیں کیا، لیکن انہوں نے خود اس آرڈیننس کے ذریعہ نویں ترمیمی بل کو بالکل بلڈوز کر دیا۔

میں اپنے معزز اراکین پارلیمنٹ سے درخواست کروں گا، کہ وہ ان گذارشات کو ذہن میں رکھیں یہ سب ایک ذمہ دار منصب پر فائز ہیں اور بات شریعت کی ہے،مقصد یہ ہے کہ ہمارے طرز فکر صدر صاحب خود محسوس کریں یا قوم کے سامنے اس کا اظہار کریں کہ ہمارے سامنے کون سی چیز آئی ہے

اور کون سی چیز آنی چاہئے اور حقیقی اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے کس چیز کی ضرورت ہے؟

جناب والا! میں عرض کرتا ہوں کہ اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹیں بھی آئی ہیں ان میں بھی قرآن وسنت کو سپریم لاء بنانے کی سفارش کی گئی ، پھر صدر صاحب نے اس اقدام کے بعد ہالے پوتا صاحب کی نگرانی میں ایک کمیٹی بنائی اور اس کمیٹی کو بھی کہا کہ آپ ایک مسودہ تیار کریں، اس کمیٹی کے مسودہ میں بھی قرآن وسنت کو سپریم لاء کے طور پر تسلیم کرنے کی سفارش کی گئی تھی ، پھر بائیس رکنی کمیٹی کی جو علماء کرام اور ججوں پر مشتمل تھی، صدر صاحب نے میٹنگ بلائی ، اس کے سامنے ہالے پوتے کمیٹی کا مسودہ رکھا ، وہ خود پندرہ بیس گھنٹے اس کمیٹی کی شروع سے لے کر آخر تک کاروائی میں شریک رہے ، اس کمیٹی نے بھی اس بات پر زور دیا کہ قرآن وسنت کو سپریم لاء تسلیم کیا جائے۔

نویں ترمیمی بل کو بلڈوز کیا گیا

لیکن اچانک جو آرڈیننس آیا، اس میں قرآن وسنت کو سپریم لاء تسلیم کرنے کی بجائے، اسے ایک سرچشمہ ہدایت کہا گیا ، یہ سب سے بڑا سرچشمہ، سب سے بڑا ہدایت عظمیٰ، سب سے بڑا ہادی و رہنما اور رہبر ، یہ ایسے الفاظ ہیں، ان سے لوگ خوش تو ہوسکتے ہیں، یعنی وزن بیت کیلئے تو ہے، ایک بہترین غزل تو بن سکتی ہے ، لیکن حقیقت میں ان الفاظ سے یہ ملک کا سپریم لاء نہیں بن سکتا، آپ کی پارلیمنٹ اور وزارتِ قانون کی ساری لائبریریاں جو ہیں یہ ہر قانون کیلئے سرچشمہ بن سکتی ہیں، آپ تمام قوانین کیلئے کسی بھی کتاب سے اور برطانیہ کی لائبریریوں سے بھی ہدایت لے سکتے ہیں، اور انکو ماخذ کے طور پر تسلیم کرسکتے ہیں لیکن اس سے وہ قوانین نہیں بنتے ، ہمارا جھگڑا یہ ہے کہ قرآن وسنت صرف سرچشمہ نہیں بلکہ وہ براہِ راست خود قانون ہے، اسکو''حدود اللہ''اس کو''احکام اللہ'' کہا گیا ہے

آپ آیت میراث کو دیکھیں، کہ کتنے دفعہ اس کو اللہ نے مرتب کر کے بھیجا ہے، ہزاروں بلکہ لاکھوں مسائل اس سے مستنبط ہورہے ہیں، ایک سمندر کو اللہ تعالیٰ نے ایک ایک آیت میں سمویا ہے ، ایسی دفعات کسی قانون میں بھی مرتب نہیں ہوسکتیں، مگر آپ اسکو قانون نہیں کہتے ،آپ اس کو سرچشمہ کہتے ہیں جب کہ سرچشمہ کی پابندی ضروری نہیں ہوتی ،اس سے آپ روشنی لے سکتے ہیں، اور سب سے زیادہ ظلم یہ ہوا کہ ہم نے جو محنتیں نویں ترمیمی بل کے تیار کرنے میں کی تھیں، نظریاتی کونسل کے ذریعہ سے اسلامائزیشن کی کمیٹیوں کے ذریعہ سے جو محنتیں کی تھیں، ان کو نظر انداز کر کے اسے سرچشمہ قانون کے طور پر پیش کیا۔

قرآن وسنت کی تعبیر وتشریح سراسر مبہم چھوڑ دی گئی

پھر دوسرا ظلم یہ ہوا کہ اصل مسئلہ یہ ہے کہ قرآن وسنت کی تعبیر وتشریح یہ ایک ایسی چیز نہیں ہے کہ بالکل اس کو کھلا چھوڑ دیا جائے، کسی بھی قانون کی تعبیر وتشریح کیلئے کچھ صلاحیتوں کی ضرورت ہے، کچھ حدود وقیود ہوتے ہیں کچھ شرائط ہوتی ہیں، کچھ معیار ہوتا ہے ہر شخص اٹھ کر آپ کے بڑے سے بڑے قانون کی تشریح کریں، آئین کی فلاں دفعہ کی تشریح کریں، اگر کوئی شخص سڑک پر سے گذر رہا ہے، خواہ وہ دوکان دار ہے، زمیندار ہے، کاشت کار ہے، آپ اسے بلا کر کہیں کہ آپ اس قانون کی وضاحت کریں، تو یہ درست نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اس قانون کی تشریح وتعبیر کرائی خلفائے راشدین کے ذریعہ اس کی تشریح وتعبیر ہوئی، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ذریعہ اس کی تشریح وتعبیر مسلمہ ہوئی، زکوٰۃ کا، عشر کا، صلوٰۃ کا تمام احکام اور قوانین کا ایک مفہوم قطعی طے ہوگیا اب یہاں تشریح وتعبیر کی اگر ہم بات کرتے ہیں، تو ہم کوئی فرقہ واریت نہیں پھیلاتے، ہم کہتے ہیں کہ شریعت کی تشریح وتعبیر کے جو بھی مسلمہ قواعد ہیں، جو اصلیت وصلاحیت ہے اور جو مسلمہ ائمہ دین ہیں جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جو ہدایات وشرائط ہیں ان کی روشنی میں قرآن وسنت کی تعبیر وتشریح کی جائے گی۔

تحریف والحاد کا دروازہ کھل جائے گا

جناب چیئر مین! ہم نے اپنے شریعت بل میں تشریح وتعبیر سے متعلق یہ ساری چیزیں ملحوظ رکھی تھیں، فوضویت (بے لگام آزادی رائے افراتفری) جس کو کہتے ہیں، افراتفری اور قانون کی غلط تعبیر وتشریح، الحاد کا دروازہ اجتہاد کے نام پر کھل جائے، ان چیزوں کی وضاحت کردی تھی، ورنہ آپ نے خود ایک شعر فرمایا تھا۔ ازاجتہاد عالمانِ کم نظر اقتداء بررفتگان محفوظ تر

پھر تومحیض کا ترجمہ یہ لوگ معاشی نظام سے کرنے لگتے ہیں تو اس آرڈیننس میں تشریح وتعبیر کی دفعہ کو بالکل نظرانداز کردیا گیا ہے، آج بھی کہا جارہاہیکہ پارلیمنٹ بھی قرآن وسنت کی تشریح وتعبیر کرتی ہے، کوئی کہتا ہے کہ وفاقی کابینہ کو بھی حق ہے کہ تشریح وتعبیر کرے، کوئی کہتا ہے کہ چند مولوی یا وکیل کسی جگہ جمع ہوجائیں، تو وہ بھی قرآن وسنت کی تشریح وتعبیر کے ٹھیکے دار بن جائیں، نہیں یہ نہیں ہوسکتا۔

اگر قرآن وسنت کو ہم ایسے ہی کھلے اجتہاد کیلئے چھوڑ دیں تو پھر کل کو ''عشر'' کا مفہوم بدل جائے گا، پرسوں زکوٰۃ کا مفہوم، ترسوں صلوٰۃ کا مفہوم بدل جائے گا، کوئی پارلیمنٹ کہے گی، کہ سود

حلال ہے اور یہ سود وہ سود نہیں ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھا، کوئی کہے گا یہ شراب وہ شراب نہیں ہے، جیسا کہ ڈاکٹر فضل الرحمٰن نے بھی کہا تھا، یہ سارے فتنے اس ملک میں اٹھے ہیں، تو جناب اجتہاد کے نام سے الحاد کا دروازہ ہی کھول دیا گیا ہے، قرآن وسنت سے کیا مراد ہے؟ تو قرآن وسنت سے مراد ہے وہ اللہ اور اسکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے سب نے طے کر دیا ہے، مگر شریعت کی وہ تعریف بالکل نظرانداز کر دی گئی ہے، کسی جج پر کوئی حدود وقیود نہیں ہوگی جس وقت وہ چاہے گا، وہ قرآن وسنت کی تعبیر کر کے کہے گا کہ میں نے قرآن وسنت کی یہ تعبیر کرنی ہے، تو اس کا ازالہ کیسے ہوگا، اور اس سے کتنی افراتفری پیدا ہوگی؟

عدالتوں کو قرآن وسنتوں کا پابند نہیں بنایا گیا

تیسری چیز جو ہم نفاذ شریعت کیلئے ضروری سمجھتے تھے وہ یہ تھی کہ عدالتوں کا نظام بدل دیا جائے یا کم از کم عدالتوں کو قرآن وسنت کے مطابق فیصلے کرنے کا پابند بنایا جائے، یہاں جتنی بھی تقریباً بیس سال قرآن وسنت کے مطابق قوانین بنانے کی باتیں کی جارہی ہیں اس میں منفی پہلو آتا ہے، کہ قرآن وسنت کے خلاف قانون نہیں بنایا جائے گا، مگر اس طرح بات نہیں بنتی، بات مثبت شکل میں بنتی ہے، کہ قرآن وسنت کے ماتحت یہ عدالتیں قرآن وسنت کے مطابق فیصلہ کرنے کی پابند ہوں، اگر عدالتیں پابند نہ ہوں تو اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حاکمیت ہی پھر سرے سے غلط ہے، ہم ساورنٹی اور حاکمیت اعلیٰ اللہ تعالیٰ کو دیتے ہیں، اور حاکم اعلیٰ، اس کو قرار دادِ مقاصد میں تسلیم کرتے ہیں، تو حاکمیت اعلیٰ کا تقاضا ہے، کہ اللہ تعالیٰ جو فرمان نازل فرمائے ہیں، ان کو نافذ کرایا جائے اور ان کو نافذ کرایا جاسکتا ہے، تو عدالتوں کے ذریعے ہی نافذ کرایا جاسکتا ہے، کہ جج قرآن وسنت، اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے مطابق فیصلے کریں۔

آرڈیننس میں طویل اور لاحاصل طریقہ اختیار کیا گیا ہے

شریعت آرڈیننس میں جو چیز سامنے آئی، اس میں یہ نہیں کہا گیا کہ عدالتوں کو قرآن وسنت کے مطابق فیصلے کرنے کا پابند بنایا جاتا ہے بلکہ یہ کہا گیا کہ عدالتیں موجودہ مروج انگریزی قوانین اور جو تعزیرات اس ملک میں رائج ہیں اسی کے مطابق فیصلہ کرتی رہیں گی، اور زیادہ سے زیادہ کوئی شخص چاہے، تو عدالت میں جا کر اپیل دائر کرسکتا ہے، کہ یہ قانون قرآن وسنت کے خلاف ہے۔

پھر اسکے لئے عجیب طریق کار ہے یعنی اسی جج کے استصواب پر چھوڑا گیا اسی عدالت کی

مرضی پر چھوڑا گیا ہے، کہ وہ اس اعتراض کو معقول سمجھتا ہے یا غیر معقول سمجھتا ہے، کوئی بھی جج اپنے آپ کو ان جھنجھٹوں میں نہیں ڈالے گا، اور وہ یک لخت اس اعتراض کو نامعقول قرار دے گا۔

اگر وہ عدالت اس اعتراض کو معقول سمجھتی ہے تو پھر وہ مسئلہ عدالت کو بھیج سکتا ہے، جب کہ اسے شریعت کورٹ تک منحصر کرنا ٹھیک نہیں تھا، اس میں تمام ہائیکورٹوں اور سپریم کورٹ کو اختیار دینا چاہئے تھا، کہ وہ اس اعتراض کا جائزہ لیں، کہ بالائی عدالت کے فیصلے کا انتظار کئے بغیر اسی جج کو اختیار دیا گیا کہ وہ مروجہ قانون کے مطابق اس کیس کا فیصلہ کرسکتا ہے، چاہئے تو یہ تھا کہ اس جج کو فی الحال روک دیا جاتا کہ جب ایک مدعی نے اعتراض کیا ہے اور استغاثہ دائر کیا ہے کہ یہ خلاف شرع قانون ہے، تو اس کو اس فیصلے سے روک دیا جاتا، چنانچہ جو معاہدہ ۲۲ رکنی کمیٹی کے علماء کیساتھ طے ہوا تھا، اس میں یہ بات طے ہوگئی تھی، کہ اس کو روک دیا جائے گا لیکن جب دوسرے روز آرڈی ننس آیا تو اس میں واضح طور پر یہ تھا کہ وہ انتظار کئے بغیر فیصلہ بھی کرسکتا ہے، اب ایک غریب دہقان شخص کو کیا پڑی ہے کہ وہ عدالتوں میں جائے کسی قانون کو اسلامی بنانے کیلئے، وکیل پکڑے ہزاروں لاکھوں روپے خرچ کرے پھر اسے یہ بھی یقین ہے کہ اب اس مقدمے میں سٹے آرڈر بھی نہیں مل سکتا اور جج اپنی کارروائی مروجہ قانون کے مطابق جاری رکھے گا تو اس کو کیا پڑی ہے، کہ وہ اتنا دردِ سر اٹھائے۔

موجودہ طریق کار نفاذ شریعت کی راہ میں رکاوٹ ہے

دوسرا ظلم یہ ہے کہ اگر بالائی عدالت کسی قانون کو غیر اسلامی قرار دے دے تو متبادل راستہ کون سا اختیار کیا جائے گا پھر اسمبلی بیٹھے گی اور اس کے بارے میں متبادل قانون سامنے لائے گی۔

تا تریاق از عراق آوردہ شود۔ مار گزیدہ مردہ شود

اسی طرح تمام قوانین جو انگریز کے نافذ ہیں ان کو اسلامی بنانے کیلئے میرے خیال میں عمر نوح علیہ السلام سے بھی زیادہ عرصہ درکار ہوگا تو یہ ایک ایسا سلسلہ رکھا گیا ہے کہ نہ نو من تیل ہوگا اور نہ رادھا ناچے گی، عدالت اسی نظام پر چلتی رہیں گی اور جس طرح ہم اس کو پابند بنانا چاہتے ہیں اس کو بالکل آزاد چھوڑ دیا گیا ہے تو اس سسٹم سے ہم کسی قانون کو اسلامی نہیں بناسکتے اور نہ عدالتیں اسلامی قوانین پر پابند رہ سکتی ہیں (عدالتوں سے متعلق آرڈی ننس کا) تو یہ دفعہ بھی محض ایک دھوکہ ہے اگر یہ آرڈی ننس اسی شکل میں نافذ رہا تو شریعت کا نفاذ رکا رہے گا۔

مفتی احسان الرحمٰن عثمانی

مدیر ماہنامہ العصر، جامعہ عثمانیہ پشاور

شہید مظلوم کی داستان

حضرت شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی حیات وخدمات

ان شہیدوں کی دیت اہل کلیسا سے نہ مانگ　　قدر و قیمت میں ہے خون جن کا حرم سے بڑھ کر

۲رنومبر ۲۰۱۸ء بمطابق ۲۲ صفر المظفر ۱۴۴۰ھ کو دیوبند ثانی جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے مہتمم ورئیس، جمعیت علمائے اسلام کے سربراہ، دفاع پاکستان اورافغانستان کونسل کے چیئرمین، جہاد افغانستان کے سرخیل، ملی تحریکوں کے میر کارواں، ہزاروں علماء اوراہل علم کے استاذ وشیخ، مفسر ومحدث حضرت شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق کوملک کے دارالخلافہ کے قریب بحریہ ٹاؤن راولپنڈی میں واقع ان کے گھر میں نہایت ہی خفیہ منصوبہ بندی سے ظلم وبربریت اورتشدد کی انتہاء کے ساتھ بڑی بے دردی سے شہید کردیا گیا، سب سے بڑھ کر المناک پہلو یہ ہے کہ موصوف کوشقی القلب نے ۸۳ سالہ پیرانہ سالی میں بندوق وپستول کی بجائے خنجر اورچاقوؤں سے بدن کے مختلف نشانہ کے مقامات پر گہرے زخم دے کرشہید کیا، مجھے یقین ہے کہ آپ کی روح ملاء اعلیٰ کو پرواز کرگئی تو وہاں فرشتے صف بستہ ہوکراس مظلوم شہید کوزندگی کے آٹھ عشروں پر محیط بے قراریوں کے حوالے سے خراج تحسین، استقبال، خوش آمدید اورخیرمقدم کہہ چکے ہوں گے اللھم اغفرہ وارحمہ ولاتعذبہ

حضرت شیخ رحمہ اللہ کوایک ایسے وقت میں شہید کیا گیا جب ملک بھر میں عوام کی ایمانی غیرت وحمیت نے ناموس رسالت کے حوالے سے آسیہ ملعونہ کی سزائے موت سے رہائی پر سراپا احتجاج بنے ہوئے تھے۔حضرت شیخ رحمہ اللہ کورہائی کے فیصلے سے متعلق حکومتی مؤقف کا پہلے سے اندازہ ہو چکا تھا جس کے بارے میں شہادت سے ایک دن قبل دارالعلوم حقانیہ کے سامنے احتجاجی مظاہرہ کے دوران اظہار کرچکے تھے۔آپ نے برملا فرمایا کہ وزیراعظم نے ملاقات کے دوران مجھ سے دریافت کیا گیا کہ آسیہ ملعونہ کے بارے میں کیا حکمت عملی اختیار کی جائے؟ میں نے برجستہ جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول کے سامنے سرخروئی پانے کے لیے بغیر کسی خوف وملامت کے پنجاب ہائی کورٹ کے مطابق سزا کو برقرار رکھا جائے،حضرت شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مجھے سونگھی ہوئی قوتوں کے ارادے

اس حوالے سے کچھ بہتر دکھائی نہیں دیئے، حضرت شیخ رحمہ اللہ اولین شخصیت ہیں کہ جنہوں نے سپریم کورٹ کے اس فیصلے کے بعد پہلی فرصت میں اپنے ادارے کے سامنے واقع جی ٹی روڈ پر ہزاروں افراد کی موجودگی میں پرامن احتجاج ریکارڈ کیااور کیوں نہ کرتے، موصوف کی ساری زندگی پرخطراور خاردار جھاڑیوں پر ہی گزری کیونکہ آئے روز ملک اور بیرون ملک طرح طرح کے ہتھکنڈوں کے خلاف آپ ننگی تلوار بن کر میر کارواں بنتے نظر آئے، اس دوران گرفتاریاں، نظربندیاں یا پھرجیل کی سلاخیں آپ کی جبل استقامت میں رکاوٹ نہ ڈال سکیں۔ آپ کا آخری سفر بھی سعادتوں سے لبریز تھا کیونکہ موصوف شہادت سے ایک دن قبل ہشت نگر ضلع چارسدہ میں عوامی اجتماع سے خطاب کے دوران ناموس رسالت کے تحفظ کے لیے غیورعوام سے جان کی بازی کے وعدے لے چکے، پھر اگلے دن جمعۃ المبارک کو آپ نے اسلام آباد میں ناموس رسالت کے حوالے سے مظاہرے میں شرکت کیلئے رخت سفر باندھا، مگر شاید عمر بھر کی بے قراری کو قرار آنے کا وقت آپہنچا تھا کہ جمعۃ المبارک میں عصر کے قیمتی لمحات کے بعد داعی اجل کو لبیک کہہ چکے......

اے اجل تجھ سے یہ کیسی نادانی ہوئی   پھول وہ توڑا جس سے چمن میں ویرانی ہوئی

حضرت شیخ رحمہ اللہ سے مجھ کو کئی حوالوں سے نیاز حاصل تھا۔ سب سے پہلے تو آپ میرے والد مکرم حضرت شیخ الحدیث مفتی غلام الرحمٰن صاحب مدظلہ العالی کے شفیق استاذ، مربی اور محسن تھے۔ چنانچہ حضرت والد ماجد مدظلہ نے ''روشن چراغ'' میں جہاں اپنے اساتذہ کرام کے سوانح عمری ترتیب دیئے تو ایسے میں حضرت شیخ رحمہ اللہ کے بارے میں یوں فرمایا:

عجیب اتفاق ہے کہ حضرت شیخ عبدالحق صاحب نوراللہ مرقدہ سے استفادہ صرف آپ کی ذات تک محدود نہیں، بلکہ آپ کی اولاد میں حضرت مولانا سمیع الحق صاحب دامت برکاتہم اورحضرت مولانا انوارالحق صاحب دامت برکاتہم سے بھی شرف تلمذ حاصل ہے، حضرت مولانا سمیع الحق صاحب سے میں نے جلالین جلد دوم اورموطئین کے چند اسباق پڑھے ہیں، صرف یہ نہیں کہ تدریس کے ایام پوری سرپرستی فرمائی بلکہ علمی ترقی میں آپ نے میری بہت مدد کی جہاں کہیں کسی کتاب کا ملنا مشکل ہوتا، آپ سیاسی بصیرت اورحکمت عملی سے اس کوممکن بناتے، آپ کی توجہ کی برکت سے لکھنے سے مناسبت پیدا ہوئی اورآپ کی کوششوں سے جامعہ ازہر جاکر وہاں کے تعلیمی نظام سے آگاہی ہوئی، بلکہ جہاں کہیں جس میدان میں سیکھنے کے مواقع دیکھے مجھے بچوں کی طرح وہاں سے استفادہ کا موقع فراہم کیا، عصری تقاضوں کی اہمیت کا احساس آپ نے دلایا۔ آپ نے تعلیمی، تدریسی اورتصنیفی میدان میں

میری تربیت کی، گویا اصلاحی تربیت اگر حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کے دامن تربیت سے ملی تو لکھنے پڑھنے کے گُر آپ کے فرزندار جمند حضرت مولانا سمیع الحق صاحب دامت برکاتہم نے سکھلائے۔ صرف یہ نہیں کہ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کا حسن سلوک حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کی زندگی میں تھا، بلکہ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کی رحلت کے بعد آپ کی توجہات میں اور بھی اضافہ ہوا۔ دارالعلوم حقانیہ کے زمانہ تدریس کے اٹھارہ سالوں میں جو وسعت ظرفی میں نے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ میں پائی تھی اس کا مشاہدہ میں نے حضرت مولانا سمیع الحق صاحب دامت برکاتہم کے رویہ میں کیا، چنانچہ ''جامعہ عثمانیہ پشاور'' ان اکابر کی توجہات کی برکت ہے۔ (روشن چراغ:۲۲۷)

مزید دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ مولانا عبدالحق نوراللہ مرقدہ نے ایک موقع پر حضرت مولانا سمیع الحق صاحب سے فرمایا کہ: ''مولانا غلام رحمانی کو''ترمذی ابواب التفسیر'' کا حصہ دے دو، آپ نے فیاضی سے کام لیتے ہوئے اسی سال ''ترمذی ابواب التفسیر'' کے چند ابواب پڑھانے کو دیئے، دورۂ حدیث سے نسائی کا رابطہ اتنا مستحکم ثابت ہوا کہ دوسرے سال میری کم علمی کے باوجود مجھے ''ابوداؤد'' مل گئی، جس میں حضرت مولانا سمیع الحق صاحب دامت فیوضہم کی حکمت عملی اور حضرت مولانا انوارالحق صاحب دامت برکاتہم کی مخلصانہ حمایت نے ناممکن کو ممکن بنادیا، تربیتی، تعلیمی ترقی اور ہر عملی میدان میں موقع دینے کے علاوہ مشکل مواقع پر آپ نے میری مالی مدد بھی کی، صرف آپ نے نہیں بلکہ آپ کی اس سنت متواترہ کو حضرت مولانا سمیع الحق صاحب دامت برکاتہم نے بھی مسلسل جاری رکھا، دارالعلوم حقانیہ میں قیام کے دوران حضرت شیخ اور آپ کے گھرانے نے مجھ پر احسانات کی بارش کردی جس کا میں تاحیات احسان مند رہوں گا۔'' (روشن چراغ:۲۱۸)

حضرت والد مکرم مدظلہ ۱۹۹۶ء میں جب دارالعلوم حقانیہ سے استعفیٰ دے کر رخصت ہورہے تھے تو اس موقع پر حضرت شیخ سے مخاطب ہوکر فرمایا: ''مجھے اقرار ہے کہ میری نااہلیت اور کمزوری کے باوجود آپ نے ہمیشہ میری کمزوریوں سے چشم پوشی کی اور درگزر فرمایا، آپ نے ذاتی طور پر دوران تدریس میری جو حوصلہ افزائی کی اس سے چشم پوشی کرنا بڑی ناشکری ہے، تدریس کے پہلے سال آپ نے خصوصی شفقت فرما کر اپنی زیرِ درس کتاب ہدایۃ صلوٰۃ میرے حوالہ کی، اور ۱۹۸۵ء میں اپنی زیر درس کتاب ترمذی شریف میں قربانی کا مظاہرہ فرما کر ابواب التفسیر میرے حوالہ کی، یہی دو مراحل میری علمی زندگی کا سہارا ہے جو آپ ہی کی وجہ سے معرض وجود میں آیا۔ خدا گواہ ہے کہ دارالعلوم حقانیہ سے عقیدت ومحبت اور تعلق کی وجہ سے آج یہ فراق میرے لیے موت سے کم نہیں۔ آج ان سطور کے لکھتے وقت باطنی کیفیت اور ظاہری حالت پر ایک

خدا گواہ ہے، وہی اس کیفیت کی حقیقت سے خوب واقف ہے۔''(روشن چراغ:۲۸۳)

بہار اب جو دنیا میں آئی ہوئی ہے وہ سب پودا انہی کی لگائی ہوئی ہے

مزید چونکہ میں خود بھی دارالعلوم حقانیہ کے احاطہ میں بچپن کے دس سال گزار چکا ہوں، جس دوران میں نے قرآن مجید کا بیشتر حصہ ضبط کیا، اس دوران اگر چہ فہم وشعور کا وہ دور تو نہیں تھا کہ جس سے حضرت شیخ رحمہ اللہ کی شخصیت، مقام ومرتبت سے آگاہی ملتی، مگر حضرت شیخ رحمہ اللہ کے خلوت کدہ میں یا پھر دارالعلوم اور مسجد کے احاطہ میں آمنا سامنا کرتے وقت آپ کی شفقت بھری نگاہوں کو ایسے بھانپ لیا ہے کہ آج بھی وہ نقوش میرے قلب ودماغ پر چھائے ہوئے ہیں۔ ہمیشہ سر پر دست شفقت رکھتے اور ڈھیروں دعاؤں سے نوازتے۔ چند سال سے جب میں نے ماہنامہ ''العصر'' پشاور کے ادارتی صفحات پر تحریر کا آغاز کیا اس دوران آپ کی بے پناہ حوصلہ افزائی شفقت ومحبت کے حسین جملے میری زندگی کا گراں قدر سرمایہ ہیں۔ ایک موقع پر حضرت شیخ رحمہ اللہ نے مجھ سے فرمایا کہ حضرت مولانا مفتی غلام الرحمٰن اور مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب میں بے شمار خوابیدہ صلاحیتیں تھیں، صرف ایک ماحول اور پلیٹ فارم مہیا کرنے کی ضرورت تھی، بحمدللہ دارالعلوم کے مؤتمر المصنفین کے ادارے سے ان کی صلاحیتوں میں خوب بہار پیدا ہوئی، کبھی کبھار میں آپ کی تصانیف پر روزنامہ صبح پشاور کے اسلامی ایڈیشن میں تذکرہ کرکے آپ کو بھیج دیتا، یا پھر جب سوال وجواب کا کالم پڑھتے تو موقع پر ہی اپنے موبائل فون پر ڈھیروں دعاؤں کے ساتھ حوصلہ، ہمت وعزم کے مسلسل کلمات ارشاد فرماتے۔ آج میرے قلب ودماغ پر آپ کی اصاغر نوازی، بلند پایہ علمی وعملی اخلاق کے مظاہر پر بے ساختہ حضرت شیخ رحمہ اللہ کے فراق میں آنکھیں اشک بار ہیں۔ گویا اگر دارالعلوم میں میرے والد مکرم کو تحریری میدان میں آپ کی سرپرستی حاصل رہی تو اس کے چند زاویے بشکل آپ کے مسلسل حوصلہ افزائی اور دعاؤں کی بدولت مجھے بھی حاصل رہی، یوں آپ کی طرف براہ راست شرف تلمذ کی نسبت کرنے میں حق بجانب ہوں، مزید حضرت شیخ رحمہ اللہ کی کرم نوازی اور اثر رسوخ کی بنا پر کئی بار حرمین شریفین کی سعادت حاصل کرنے میں سہولت وآسانی بھی رہی۔ حق تعالیٰ آپ کو کروٹ کروٹ جنت النعیم میں بدلے نصیب فرمائے۔

حضرت شیخ رحمہ اللہ جامعہ عثمانیہ پشاور سے متعلق گراں قدر جذبات رکھتے تھے۔ ہمیشہ یہاں کے نظم ونسق پر رطب اللسان رہتے۔ باوجود اس کے حضرت والد مکرم مدظلہ جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے خوشہ چین تھے۔ آپ اور آپ کے والد مکرمؒ سے ہی سب کچھ سیکھ چکے تھے، مگر بایں ہمہ آپ اپنے

تلامذہ اورآبنائے جامعہ کی کارکردگی پر ہمیشہ فخر کرتے ، انہیں حوصلہ بخشتے اورآگے بڑھنے کی جرأت دیتے ۔آپ کی وسعت ظرفی اورفراخ دلی کااندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ایک مرتبہ جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے نظم ونسق سے متعلق انقلابی تبدیلیوں کے لیے حضرت والدمکرم مدظلہ العالی کی مشاورت حاصل کی اور جامعہ عثمانیہ جیسانظم اپنانے کی خواہش ظاہر کی ، ایسا ہی یہ آپ کا جامعہ عثمانیہ کے نظام پر اطمینان کاایک ثبوت تھا کہ اپنے دوجگر گوشوں مولانا اسامہ سمیع اورمولانا خذیمہ سمیع سلمہما الرحمٰن کوجامعہ میں زیر تعلیم رکھا۔کئی محافل میں میرے سامنے جامعہ کے بارے میں اورحضرت والدمکرم مدظلہ کے حوالے سے جن بلند پایہ خیالات کیساتھ تذکرہ کیا وہ یقیناً آپ کا طرۂ امتیاز اورآپ ہی کا حصہ تھا۔فتاویٰ عثمانیہ کے مقدمہ میں حضرت شیخ رحمہ اللہ نے اپنے قلبی تاثرات کایوں اظہارفرمایا:

’’آج سے تقریبا ۱۵،۲۰ سال قبل جب مفتی غلام الرحمٰن صاحب نے اپنے ادارے جامعہ عثمانیہ کی بنیادرکھی توتھوڑے ہی عرصہ میں اس کوبلندیوں تک پہنچادیا۔آپ کی انتھک کوششوں سے اس جامعہ کا دارالافتاء بھی ملک بھر کے بڑے بڑے اور بااعتماد دارالافتاؤں میں شمار ہونے لگا جہاں کے جاری شدہ فتاویٰ نہ صرف عوام الناس ،علماء اورعلمی حلقوں میں دادتحسین حاصل کرچکے ہیں بلکہ عدالتی حلقوں میں بھی اس کوسند اعتماد اورقبولیت حاصل ہوچکی ہے، مفتی صاحب کی گوناگوں صلاحیتوں ،عزم وجزم اورجوش عمل نے مفتی صاحب سے ان ۱۰ جلدوں کی تدوین وترتیب کی شکل میں ایک اکیڈمی کا کام لیا۔

۲۰۰۲ء کوادارۃ موتمرالمصنفین کے زیراہتمام فتاویٰ حقانیہ چھپنے کے بعد حضرت شیخ رحمہ اللہ نے میرے والدمکرم مدظلہ کو’’فتاویٰ حقانیہ‘‘ کامکمل سیٹ بمع مکتوب بھیجاجسمیں آپ نے فرمایا:’’آج فتاویٰ حقانیہ کی ترتیب آپ کا دارالعلوم میں مسلسل کوششوں کاایک ثمرہ ہے جس کاہمیں اعتراف ہے۔‘‘

مجھے ایک موقع پرحضرت مولانا انوار الحق صاحب نے فرمایا کہ آپ کے والدمکرم ہمارے پانچویں بھائی ہیں، یہ تمام ترمراسم علمیہ،شفقت ومحبت کے یہ حسین جذبات آج ہمیں آپ کے داغ مفارقت اور بیدردی کے المناک شہادت پرخون کے آنسو رلانے پر مجبورکررہے ہیں اورآپ کی شہادت کی تصویر دیکھ کر گویا ہمارکلیجہ پھٹ رہاہے۔

ظلم پھرظلم ہے بڑھتا ہےتو مٹ جاتا ہے ‏ ‏ ‏ خون پھرخون ہے ٹپکے گا تو جم جائے گا

حضرت شیخ رحمہ اللہ کوقدرت نے بلند قدوقامت ، سفید مائل بہ سرخ چہرہ ، اعضاء کا خوبصورت توازن اورفکر ونظر کی بلندی سے نوازا تھا۔ چلنے پھرنے ،اٹھنے بیٹھنے میں سادگی اورملنساری

نے آپ کومزید عظمتیں بخشی تھیں، تکلف وتصنع سے دور، آپ کی دھاری دار پگڑی، موسم کے لحاظ سے مناسب چغے کا اہتمام آپ جیسی کرشماتی شخصیت کا خاصہ تھا۔ موصوف بلند پایہ مقام، ذمہ داریاں، مناصب وفرائض کے ساتھ وابستہ مصروفیات کے باوجود آپ کے پاس آنے والا شخص آپ میں اپنائیت اور مکمل توجہ کے وہ اثرات محسوس کرتا جس سے یہ شبہ ہوتا کہ شاید حضرت کواس سے تعلق میں مدتیں بیت گئیں ہیں۔ قدرت نے آپ کوعلم وحلم، صبروتحمل، معاملہ فہمی اوراعلیٰ درجے کی وسعت ظرفی سے نوازا تھا۔ چنانچہ ملک وملت کے بیشتر پیچیدہ مسائل کے حل میں آپ کی خدمات کوقدر کی نگاہ سے دیکھا گیا، اتحاد اورامن کے نصب العین تک پہنچنے میں آپ کا کلیدی کردار رہا ہے، دارالعلوم حقانیہ میں ادارتی امور سے متعلق کئی فیصلوں میں آپ کی وسعت نظری، دوراندیشی اورمناسب حکمت عملی کا بارہا مشاہدہ نے آپ کی حقیقی عظمت کوآشکارا کیا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت العلامہ مولانا سمیع الحق صاحب اپنی زندگی کے آٹھ عشرے مکمل کرنے کے بعد نویں عشرے میں داخل ہوچکے تھے، تیراسی اور چوراسی بہاریں دیکھ کربھی آج بحمداللہ نئی نسل اورنوجوان طبقے کو اپنی عزم وہمت اور بلند پایہ مقاصد کے حصول میں مسلسل متلاشی ہونے کے باعث ایک آئیڈیل، ماڈل اورایک اعلیٰ نمونہ تھے۔ حضرت کی ذات اقدس سے واقف حضرات جانتے ہیں کہ آپ نے بچپن کے اس زمانے میں جس میں عام طور پر بچے کھیل کود اورشعور کی عدم پختگی کی وجہ سے لایعنی مشاغل میں مصروف عمل رہتے ہیں، آپ نے ایسے ہی لحات میں قلم وقرطاس سے اپنا رشتہ جوڑے رکھا، روزنامچہ کی ڈائری سے قلم پکڑنے کواپنا معمول بنایا، آج اگرایک جملہ لکھتے وقت سوچ وبچار سے کام لیا تواگلے دن اس کو بے دھڑک اور جرأت کیساتھ تحریرفرمایا، کبھی اگرلفظوں کے انتخاب میں مشکلات کا سامنا کیا توچندصفحات کے بعد الفاظ صف بستہ رہے اورموقع کی مناسبت سے انتخاب کاعمل شروع ہوا، اسی طرح اگرآج ایک شخصیت پر لکھتے وقت مناسب تعبیرات نہ ملیں تواگلے دن ہرایک کواس کی مرتبت میں اتارنے کے سلیقے جان گئے نیز اگرکسی خبرکوتحریر کا جامہ پہنانے میں ایک دن قلب ودماغ ساتھ نہیں دے رہا تھا، توایک ایسا مرحلہ بھی آیا کہ ہرقسم کی تحریرمیں بے تکلفی، ادبی بانک پن اور بے ساختہ لکھنے کا ملکہ عروج پر پہنچا، نوعمری میں تحریری ذوق نے آپ کی سطور میں وہ نکھار پیدا کیا کہ جوآج قاری کواردوادب کی گہرائی، جملہ کی ساخت اورتعبیر کے سلیقوں سے روشناس کراتا ہے۔ آج اگرآپ نے اپنی تالیفات میں اسلام اورعصرِ حاضر، میری علمی اورمطالعاتی زندگی، کاروان آخرت، ایوان میں شریعت بل کا معرکہ، قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ، صلیبی دہشت گردی

(مختلف انٹرویوز) اسلام کا نظام اکل وشرب،زین المحافل شرح شمائل، اسلامی معاشرے کا خدوخال، مکتوبات مشاہیر، خطبات مشاہیر،War of Ideology وغیرہ میں تدوین وترتیب کی نئی روایت کی ایک داغ بیل ڈالی ،تو اس میں پتھر کی بنیاد وہی ڈائری ہے جو بظاہر بے ربط جملوں ،کہانیوں اورملفوظات سے لبریز ہے،مگرآپ نے اس کو بچپن کے اُن معصوم چاہتوں کے زمانے میں تحریر کیا،کہ جہاں طبعی چاہتوں پر فرشتے بھی آمین کہتے ہیں۔چونکہ آپ سے مستقبل میں اللہ نے ماہنامہ الحق اورادارہ مؤتمر المصنفین کی شکل میں امت کی رہبری ورہنمائی کیلئے کام لیناتھا جس کیلئے بغیر وقت ضائع کیے قدرت نے ڈائری لکھنے کاپروان چڑھایااور ایک غیبی انتظام فرمایاا وقت کی اس قدردانی نے آج آپکی تحریر کو سکہ رائج الوقت اورمعیار کی کسوٹی پراتارا۔کوئی شک نہیں کہ تحریر کا یہی نکھارڈائری کے مسلسل عمل ہی سے ممکن ہوا۔

آپ نے اپنی اولین ڈائری ۱۹۴۹ء میں لکھی تھی ، اس وقت آپ نے حضرت شیخ رحمہ اللہ، ادارہ دارالعلوم حقانیہ اورملک بھر میں مختلف النوع واقعات پر اپنے نقوش مرتب کر کے خاصی تاریخ رقم کی، آج اس کی ۶۸ قسط ماہنامہ ''الحق'' میں اکتوبر ۲۰۱۸ء میں شائع ہوچکی ہے، جس سے گویا قاری اپنے آپ کو حضرت شیخ مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کی مجلس کا دیدہ سمجھتا ہے۔حضرت شیخ رحمہ اللہ نے بچپن کے اُس زمانے میں والدمکرم کے نام ہمہ جہت شخصیات کی طرف سے آنے والے خطوط کو پڑھ کر نہ صرف جمع کیا بلکہ اسے متاعِ عزیز جان کر محفوظ کیااور ''مشاہیر بنام مولانا عبدالحق'' کے نام سے شائع کرکے اہل علم کی جانب سے خوب داد اور پذیرائی حاصل کی ، جس کے بارے میں آپ اس کے مقدمے میں لکھتے ہیں،بچپن میں میری توجہ کا مرکز حضرت والدمکرم کے سرہانے لٹکا ہوا وہ سبز تھیلا ہوتا تھا جس میں حضرت کے پاس آنے والے خطوط کا مجموعہ ہوتا تھا ، میں ان خطوط کواس زمانے میں بڑے شوق سے پڑھتا تھا اوراس دوران اکابراہل علم اوردیگر متنوع شخصیات کی حضرت کے ساتھ عقیدت ومحبت کے جذبات ، تعلقات اوردیگر کئی چیزیں استفادہ کو ملتیں، حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کی اس شغف کے حوالہ سے یہ کہنا بے جانہ ہوگا کہ عموماًایسی عمر میں بچے زیادہ تر والد سے کپڑوں، ٹافیوں اورکھلونوں وغیرہ کا مطالبہ کرتے ہیں لیکن آپ نے عین اس زمانہ میں بھی قلم و قرطاس اورنقوش وحروف میں زیادہ دلچسپی لی،آپ نے حضرت شیخ کے نام اوربعد میں اپنے نام کے ان تمام خطوط کے ذخیرہ کو''مکتوبات مشاہیر'' کے نام سے چھپوا کر برصغیر پاک وہند میں بالخصوص اور علمی دنیا میں بالعموم تحریر کی دنیا میں نہ صرف اضافہ کیا بلکہ اہل قلم کو نئے گروں سے آگاہی کے مواقع فراہم کیے، ایسا ہی خود آپ نے اپنے نام کے دنیا بھر سے آئے ہوئے مختلف مکتبہ فکر سے وابستہ

شخصیات اور مختلف الجہات خطوط کو یکجا کر کے آٹھ ضخیم جلدوں میں ''مشاہیر بنام مولانا سمیع الحق'' شائع کر کے تقریباً پون صدی کی علمی، ثقافتی اور تاریخی ریکارڈ کو محفوظ رکھا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ان ضخیم جلدوں کی ترتیب وتالیف، عنوانات وحواشی مرتب کرتے وقت حضرت کو کن کن صبر آزما مراحل سے گزرنا پڑا ہوگا اور اس سے بڑھ کر سب سے زیادہ مشقت کا باعث یہ ہے کہ پون صدی پہلے کے خطوط کو ہر قسم کے دیمک سے حفاظت میں رکھنا اور آج ان کو پذیرائی دینا 'کارے دارد'۔ اس جان توڑ محنت سے اگر ایک طرف حضرت مؤلف کی علم دوستی، قلم وکتاب سے گہری مناسبت اور طویل عرصے سے رشتے کا ثبوت ملتا ہے تو دوسری طرف یہ اعلیٰ وسعت ظرفی، بلند پایہ اخلاق اور اصاغر نوازی کا بھی بہت بڑا مظاہرہ ہے کہ اپنے بیشتر شاگردوں اور تلامذہ کے ہر خط کو بھی مدتوں تک ضائع نہیں کیا ہے بلکہ جواب مرحمت فرمانے کے بعد اسے اپنی فائل میں جگہ دے کر ان کو عزت بخشی ہے اور آج شاگرد جن کے قوتِ حافظہ سے بھی شاید وہ سطور محو ہو چکے تھے مگر حضرت شہید نور اللہ مرقدہ نے محفوظ کر کے جب فراہم کیا تو شاگرد پڑھ کر بے ساختہ مزید عظمت کا گرویدہ بن گیا۔

یہی علمی ذخیرہ قومی وملی خدمات کے لیے ایک دستور العمل، طریقہ کار کی وضاحت اور تجربات سے استفادہ کا ذریعہ ہے، اور اس سلسلے میں ہر نئے موڑ پر نقل وحرکت میں انقلاب، سلف واکابر پر اعتماد، جہد مسلسل کی شاہراہ پر مشتمل فکر وعمل میں مثبت آبیاری اور امت کی فکری وحدت میں ایک سنگ میل کا وسیلہ ہے، حضرت مؤلف نے جہاں 'مشاہیر' کے نام سے علمی دنیا میں ایک نمایاں اور وقیع اضافہ کیا ہے وہاں اس اضافے کے ساتھ ارباب قلم کو نئے رخ اور اسلامی تہذیب وثقافت کے دریچوں کو متعارف کرانے، اور نئی نسل کے لیے اسلاف واکابر سے رشتہ جوڑنے کی بھی مستقل دعوتِ فکر دی ہے، اور خاص کر عصر حاضر کے حوالے سے جہاں سائنس اور ٹیکنالوجی نے اگر ایک طرف زندگی کے بیشتر سہولیات مہیا کیے تو بہت سی علمی وادبی دولتوں سے گنوانے میں بھی کوئی کسر نہیں چھوڑی، آج کا نوجوان طبقہ خط وکتابت، ادب اور مضمون نویسی کی دنیا سے کوسوں دور چلا گیا ہے اور علمی لحاظ سے انحطاط کا سماں بندھا ہوا ہے، موبائل اور انٹرنیٹ کے ذریعے صرف غیر سنجیدہ مواد کے ساتھ تفریحی کھیل میں مشغول ہیں اور سلف واکابر کے علم ودانش کے درس فراموش کر چکے ہیں۔

ہر اک مقام سے آگے گزر گیا مہِ نو کمال کس کو میسر ہوا ہے بے تگ ودو

چند سال قبل آپ ہی کی تخلیقی فکر وسوچ کے نتیجے میں آپ کا ترتیب کردہ ''خطبات مشاہیر'' کے نام سے دارالعلوم حقانیہ کے منبر پر اساطینِ علم کی وقیع علمی وتحقیقی مجموعہ اہل علم کے سامنے ہے،

آپکے یہ علمی نقوش درحقیقت آپ کے بچپن کے زمانے کی ان افکار کی عملی تصویر ہے جو آپ نے معصوم چاہتوں کے دوران اکابر علماء کی مجلس میں ترتیب دیا تھا اور قدرت نے اس کیلئے غیب سے انتظام بھی کیا، اپریل ۲۰۱۶ء میں برکۃ العصر شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلویؒ دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے، دارالعلوم کے دارالحدیث میں طلبہ سے خطاب کے بعد مولانا سمیع الحق صاحب کے دولت کدہ پر ظہرانہ کا انتظام کیا گیا تھا، جس میں کبار علماء حاضر تھے۔اتفاقاً میں بھی اس مجلس میں موجود تھا کہ اچانک حضرت مولانا سمیع الحق صاحب نے خطبات مشاہیر کی فائل سے حضرت شیخ زکریاؒ کی ۱۹۶۷ء میں دارالعلوم کے منبر پر ہونے والے خطاب کو تحریر کی شکل میں آپ کے سامنے رکھ دیا، جس سے حضرت بے پناہ تعجب میں پڑ کر حضرت کی اس وقیع خدمت کی بھرپور تحسین اور پذیرائی کی، مجھے بذات خود آپ کی ذات میں یہ بات بڑی عجیب معلوم ہوتی ہے کہ عصرِ حاضر کی علوم وفنون کی دنیا میں لوگ درس نظامی کیساتھ دیگر عصری اداروں سے استفادہ کی بھرپور محنت کرتے ہیں تاکہ ڈگریاں حاصل کر کے وہ موجودہ دور کے لوگوں میں اپنا مقام منوا سکیں، حضرت موصوف کو اکابر کیساتھ نشست وبرخاست اور خود آپکے والد مکرم کی مسلسل دعاؤں نے آپ کو عصری اداروں میں جانے کے بغیر وہ مقام بخشا کہ جس پر بیشتر اہل علم انگشت بداں ہیں۔

آپ نے جب منصب تدریس کو رونق بخشی تو درس وتدریس میں جداگانہ انداز میں طلبہ کو خوب استفادے کے مواقع مہیا کیے، نہایت آسان اور عام فہم تعبیر کے ساتھ طلبہ کو معاشرے سے آگاہ رکھنے کا بھرپور انداز آپ کی تدریس کا اہم حصہ تھا۔آپ نے اگر ایک طرف تلامذہ کو اکابر علماء پر اعتماد کے بارے میں وصیت کی تو ساتھ ہی علم ومعرفت کو مومن کا گمشدہ متاع کہہ کر اس کو جہاں بھی ملے کی تلقین کر کے طلبہ میں وسعت مطالعہ اور ہمہ وقت سیکھنے کا جذبہ نمایاں رکھا۔آپ نے احادیث مبارکہ کی تدریس کے دوران صرف فقہی مباحث پر اکتفا نہیں کیا بلکہ فرامین مبارکہ کو براہ راست حالات حاضرہ پر منطبق کرنے کی کوشش کی اور یوں آپ نے علماء وفضلاء کو احادیث کے قیمتی ذخیرے سے معاشرے کی اصلاح اور اس میں حکمت کے پہلو کو اپنانے کی دعوت دی۔نیز وقتاً فوقتاً علماء اور فضلاء کو آپ نے نہایت بلیغ انداز میں معاشرے کیساتھ براہ راست جڑنے کی جو تدابیریں بتلائیں، وہ آج کے جدید دور میں حکمت و پند سے لبریز ہیں، آپ نے اگر دارالعلوم حقانیہ کے منصب اہتمام کو سنبھالا تو انتظام وانصرام میں آپ نے جس منتظم کا نقشہ پیش کیا وہ اپنی مثال آپ ہے، مجھے اپنے بچپن کی یاد پڑتی ہے کہ آپ صبح جب اپنے گھر سے نکلتے تو دفتر تک پہنچنے کے دوران دارالعلوم کے

رواں جملہ منصوبوں ،ضرورتوں اور قابل اصلاح امور پر گہری توجہ رکھتے اور چلتے چلتے مناسب ہدایات دیتے ۔غور طلب مسائل پر ہنگامی اجلاس بلاتے ، دفتر جانے کے راستے میں والد مکرم حضرت مفتی غلام الرحمٰن صاحب مدظلہ کے دارالافتاء کے آگے رک جاتے اور فرماتے مفتی صاحب فارغ ہونے کے بعد بعض امور میں مشاورت کرنی ہے۔ آپ کے حسن انتظام کی مؤثر تدابیر اوراساتذہ کرام کیساتھ آپکامخلصانہ رویہ آج تک میری آنکھوں کے سامنے ہے۔ماہنامہ الحق کا آغازاورمؤتمر المصنفین کا ادارہ آپ ہی کے زرخیز دماغ کی سوچ اورفکرتھی جس کی خیرآج دنیاکے کونے کونے تک پہنچ رہی ہے، ادارہ کے وسائل کی خبرگیری ، املاکِ جامعہ کاتحفظ اوراس کی ترقی وعروج کے لیے ہمیشہ فکرمندرہے۔

آپ نے میدان سیاست میں اگرقدم رکھا تو ستائیس سال کے لگ بھگ ایوان بالا کی سیٹ پر اعلاء کلمۃ اللہ کی صدائیں بلندرکھیں،تحریک نظام مصطفیٰ، فتنہ قادیانیت کے تعاقب سے لے کر فتنہ پرویزیت کی بیخ کنی میں جہد مسلسل کی داستانیں ثبت کیں۔متحدہ مجلس عمل ،دفاع افغانستان کونسل اورتحریک طالبان میں نمایاں کردارادا کرکے عالم کفرکو جہاد اورفساد میں واضح فارمولے دیے۔ بیرونی اسفارکے دوران آپ نے اسلام کی عالمگیریت ،اسلامی تہذیب وثقافت کوموضوع بنا کرمغربی تہذیب وثقافت اپنانے کوکھل کر مسلمان کے لیے زہرِ قاتل قرار دیا۔حال ہی میں دفاع پاکستان کونسل کی سربراہی میں ملک میں جاری بدامنی ،مہنگاہی ،مدارس ومساجد کاتحفظ اورعوام کی بہبود وفلاح کے مؤثر اقدامات کے لیے آپ ہمہ وقت برسرمیدان رہے ۔موسم کی شدت ، بڑھاپے کے آثار ،دوردراز سفرکی تھکن، مسلسل مجالس کی صدارت آپ کوعزائم کے حصول میں کسی قسم کی رکاوٹ نہیں بنی ۔

ہمیں حضرت شیخ رحمہ اللہ کی شخصیت کے حوالے سے اس بات پر بے پناہ خوشی اورمسرت ہورہی ہے کہ حضرت کے صاحبزادگان مولانا حامدالحق حقانی ،مولانا راشدالحق حقانی،مولانا اسامہ سمیع اورمولانا خذیمہ سمیع تمام کے تمام قلم وکتاب اوردرس وتدریس کےسلسلوں سے منسلک ہیں اوراپنے عظیم والد اوردادا کے مشن کوسنبھالے ہوئے ہیں، آج بحمداللہ یہ تمام حضرات اپنے چچاجان حضرت مولانا انوارالحق صاحب مدظلہ کی زیرنگرانی جامعہ کو نئے دور کے حالات اورعصری تقاضوں کے مطابق جدیدخطوط پر استوار کررہے ہیں،حق تعالیٰ ان کوعزم وجزم اورہمت وحوصلے سےنوازے، اس موقع پر حقانی برادری کا ہرفرد آپ کے شانہ بشانہ ہے۔ حضرت شیخ رحمہ اللہ کی رحلت کا صدمہ صرف ان کانہیں ہم سب کامشترکہ ہے۔ اے خدا ایں جامعہ قائم بدار فیض او جاری بود لیل ونہار

حضرت شیخ رحمہ اللہ سے وابستہ یادیں

حضرت شیخ رحمہ اللہ سے بارہا مجالس میں جوحالات وواقعات ،علمی نکات یا پھر اہل علم کے

بارے میں تجزیے میں نے سنے ہیں ان کا تذکرہ قارئین کی دلچسپی کا باعث ہوگا۔

☆......حضرت مولانا میاں عزیز گل اسیر مالٹا کے بارے میں فرمایا: ایک مجلس میں راقم اور میاں عزیز گل کے پوتے مولانا سید عدنان کاکاخیل آپ کے خلوت کدہ میں موجود تھے، حضرت شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میاں عزیز گلؒ سے جب کوئی مالٹا جیل کی کہانی کے بارے میں پوچھتے تو وہ نہایت غصہ ہوتے اور کچھ نہیں بتاتے تھے۔ میں نے بھی بڑی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہوسکا، آخیر میں مجھے ایک صاحب کی زبانی معلوم ہوا کہ حضرت جب غصہ کی حالت میں یہ بتلائے کہ میں نہیں بتلاتا ہوں تو تم جواب میں بڑی ڈھٹائی سے کہو کہ ضرور بتاؤ گے! ہم کس سے پوچھیں گے؟ بس پھر آپ بتادیں گے، چنانچہ یہ حربہ کارگر ثابت ہوا اور مجھے ایک موقع پر پوری داستان سنائی۔

☆......ایسا ہی حضرت شیخ رحمہ اللہ کا کہنا تھا کہ اسّی کی دہائی میں جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے شوریٰ کا اجلاس تھا۔ جس میں اس وقت ناظم اعلیٰ کے فرائض حضرت شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان صاحب نوراللہ مرقدہ سرانجام دے رہے تھے تمام علمائے کرام نے حضرت میاں عزیز گل صاحب سے ملاقات کی خواہش ظاہر فرمائی کہ وہ مجلس میں تشریف لائیں ،مگر حضرت نہیں مان رہے تھے، تو طے ہوا کہ ہم ان کے علاقے سخاکوٹ مردان چلیں گے، حضرت شیخ رحمہ اللہ نے شوریٰ والوں سے فرمایا کہ میں انتظام کرتا ہوں ، پھر فرمایا کہ یہاں بھی میں نے وہی پرانا نسخہ استعمال کیا اور کہا کہ آپ ضرور جائیں گے، حضرت نے کہا نہیں میں نہیں جاتا۔ میں نے کہا کہ کیا آپ اتنے بڑے عالم ہیں کہ سب علماء آپ کے ہاں آئیں گے بس یہ سننا تھا کہ فرمایا اچھا بھائی چلتے ہیں، گویا حضرت شیخ رحمہ اللہ اکابر سے سیکھنے کا عمل بہرحال جاری رکھتے۔

☆......ایک مجلس میں حضرت شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا شیر علی شاہ مدنی جوانی کے دور میں شعر وشاعری کا نفیس ذوق رکھتے تھے، اس دوران اپنا تخلص حیران لکھتے تو میں نے آپ کی توجہ قرآن کی اس آیت کی طرف مبذول فرمائی کہ كَالَّذِي اسْتَهْوَتْهُ الشَّيَاطِينُ فِي الْأَرْضِ حَيْرَانَ (الانعام: ۷۱) چنانچہ آپ نے اپنے اس تخلص سے رجوع فرمایا۔

☆......حضرت امام التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ کی تفسیری افادات کے متعلق فرمایا: کہ میں اور مولانا شیر علی شاہ صاحبؒ دونوں حضرت کے پاس دورہ تفسیر کے لیے گئے تھے۔ میں حضرت لاہوریؒ کے تمام درس کو بالاستیعاب لکھتا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ میرے ساتھ حضرت مولانا عبدالحق نوراللہ مرقدہ نے بڑا احسان کیا ہے کہ انہوں نے اپنا ہونہار بیٹا میرے پاس بھیجا ہے جو میرے درسی افادات کو مکمل

طور پر قلم بند کر لیتا ہے ۔آپ نے فرمایا کہ حضرت لاہوریؒ کا مزاج یہ تھا کہ وہ طلبہ سے باقاعدہ روزانہ کا سبق نہایت سرعت اور تیزی کے ساتھ سن لیتے تھے۔

☆......حضرت شیخ رحمہ اللہ نے پھر فرمایا کہ میں آپ کی تفسیر پر کام کرنا چاہتا ہوں، مجھے حیرانگی ہوئی کہ آپ نے نہایت قلیل مدت میں اس کے تین پاروں پر سورۃ آل عمران تک جب کام کیا تو اتفاقاً میں حاضر خدمت تھا۔آپ نے وہ کام منگوایا اور ہمیں ہر صفحے کے متعلق معلومات دیتے رہے ۔آپ نے فرمایا کہ حضرت لاہوری خدام الدین رسالے کو بھی تحریراً کچھ مواد دیتے تھے میں اس کو بھی تفسیر کا باقاعدہ حصہ بنا رہا ہوں،مزید آپ نے فرمایا کہ میں ہر کسی کو اس دعا کی درخواست کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس کی تکمیل کی سعادت سے مالا مال کرے ،بس صرف اس کے لیے عمر چاہتا ہوں ، پھر ہنستے ہوئے فرمایا کہ اللہ میاں کو ہماری اس تفسیر کی کیا ضرورت ہے؟بس اک خواہش ہے کہ یہ مکمل ہو جائے ،شہادت سے کچھ وقت قبل معلوم ہوا کہ آپ ستائیس پارے مکمل کر چکے تھے کہ بد بخت ظالموں نے آپ کا یہ خواب ادھورا چھوڑ دیا۔

☆......حضرت شیخ رحمہ اللہ کی زندگی کا یہ ایک نہایت لطیف باب ہے کہ سیاسی میدان میں آپ کے حریف آپ کو کئی مواقع پر بعض اقدامات پر موردِ الزام ٹھہراتے تھے ،مگر آپکا دفاعی انداز نہایت ہی شائستہ ، پروقار اور حد درجہ صبر وتحمل اور برداشت کا ہوتا تھا، ایک موقع پر کھلے عام جلسہ میں کسی نے آپکو جرأت کر کے منافق کہا آپ نے فرمایا کہ بیٹا! ایسا دوبارہ نہ کہو کیونکہ میں منافق نہیں ہوں، دارالعلوم حقانیہ میں سبق کے دوران بعض طلبہ آپ سے چٹ کے ذریعے اس قسم کے شکوہ شکایات کرتے رہتے تھے مگر آپ نہایت ہنس مکھی اور خندہ پیشانی سے اس کا جواب ارشاد فرماتے ،حضرت کے یہ اخلاق کریمانہ اور فاضلانہ رویے آپ کو اپنے عظیم والد حضرت مولانا عبدالحقؒ سے میراث میں ملے تھے۔

☆......۲۰۱۶ء میں جب فتاویٰ عثمانیہ چھپ گیا تو اس وقت میں نے فتاویٰ کا ایک سیٹ آپ کو جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں بطور ہدیہ پیش کیا، ماہ رمضان کا موقع تھا۔بعد از نماز ظہر آپ کے ساتھ ایک طویل علمی مجلس ہوئی جس میں بے شمار علمی نکات اور معلومات کا ذخیرہ ہاتھ آیا۔اخیر میں اپنے والد مکرم حضرت شیخ الحدیث عبدالحق نور اللہ مرقدہ کے بارے میں فرمایا کہ ان کا عشق رسول کا عجیب انداز تھا اور میں سمجھتا ہوں کہ انہوں نے اس میدان میں ایک عجیب طریقے سے اس کا اظہار کیا۔فرمایا کہ ایک موقع پر ایک تفصیلی خط لکھ کر ہمارے برادر مکرم حضرت شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ مدنی رحمہ اللہ کو تھما کر فرمایا کہ اس کو مدینہ منورہ میں جا کر روضہ رسول کے سامنے ہماری جانب سے سنائیں ۔آپ

نے مجھ سے سوال کیا کہ کیا کسی نے اس قسم کے عشق نبوی کا اظہار کہیں کیا ہے؟

☆......۲۰۱۲ء میں حج کے سفر میں آپ سے مسجد نبوی میں ملاقات ہوئی میں نے اس دوران اظہار کیا کہ حضرت مزدلفہ کی رات میں نے آپ کے والد مکرم حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق نوراللہ مرقدہ کو خواب میں دیکھا ،فرمایا کہ یہ توحج کی مقبولیت کی علامت ہے۔ میں نے مزید عرض کیا حضرت کی ڈاڑھی نہایت کالی تھی، میں نے جب سلام کیا تو آپ نے مصافحہ کیلئے ہاتھ بڑھائے مگر جب تعارف کیا کہ میں آپ کے شاگرد مفتی غلام رحمانی صاحب کا بیٹا ہوں تو معانقہ کیا۔ حضرت شیخ رحمہ اللہ نہایت خوش ہوئے ،مسجد نبوی میں تفصیلی نشست کے بعد میں آپ کا ہاتھ تھام کر روضہ رسول پر صلوۃ وسلام پیش کرنے کے لیے ہمراہ روانہ ہوا تو راستے میں فرمایا کہ ہندوستان کے دو بڑے علماء بھائی مولانا مناظر احسن گیلانی اور مولانا مکارم اخلاق گیلانی کی رحلت کے بعد کفن ہی میں ڈاڑھی کالی ہوئی تھی، آپ دونوں کہا کرتے تھے کہ ہم جنت میں جواں ہو کر جائیں گے۔ روضہ رسول پر حاضری کے دوران میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ جالیوں کے قریب جا کر اپنی جیب سے چھوٹی ڈائری نکال کر دیر تک آہ وزاری اور نمناک آنکھوں کے ساتھ اس میں سے کچھ پڑھتے رہے، بعدازاں قبلہ رخ ہو کر دعائیں مانگیں، مجھے آج آپ کی یہ حسین یادیں دل کی دنیا پر عجیب بجلی گرا رہی ہے۔

☆......حضرت شیخ رحمہ اللہ نے استاذ المحدثین حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب رحمہ اللہ کی رحلت کے موقع پر جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے دارالحدیث میں تعزیتی ریفرنس کے موقع پر فرمایا کہ:''میں بہت چھوٹی عمر میں تقریبا آٹھ نوسال کی عمر میں دارالعلوم دیوبند گیا تھا۔ شیخ الحدیث والد ماجد رحمہ اللہ دارالعلوم دیوبند میں تدریس فرماتے تھے۔ ان کی خواہش تھی کہ مجھے لایا جائے اس وقت میری عمر آٹھ نوسال تھی ۔ اس لیے ۱۹۴۷ میں پاکستان بنا ہے او ۱۹۳۶ یا ۱۹۳۷ء میری پیدائش ہے۔ تو میں آٹھ یا نوسال کا تھا کہ میرے داداجان نے مجھے اپنے چچا کے ساتھ دارالعلوم دیوبند بھیج دیا کہ حضرت شیخ الحدیث کی خواہش پوری ہو جائے تو ہم ریل گاڑی میں دارلعلوم دیوبند گئے، جب دارالعلوم دیوبند پہنچے تو مجھے اب تک وہ منظر یاد ہے کہ اوپر ایک درسگاہ میں حضرت شیخ الحدیث تشریف فرماتھے ،سہ ماہی یا ششماہی تقریری امتحان لے رہے تھے تو حضرت شیخ الحدیث نے جب مجھے دیکھا تو خوشی سے امتحان مختصر کر دیا ور باقی طلبہ کو کہا کہ جاؤ بچو آپ تو ویسے بھی پاس ہو۔ یہ قصہ مولانا سلیم اللہ خان صاحب نے مجھے سنایا تھا، وہ کہتے تھے مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ آپ آئے تھے اور کھڑکیوں اور تپائیوں پر چھلانگیں لگایا کرتے تھے، اس واقعہ کے پس منظر پر میں جب حضرت شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق صاحب شہید

کے جنازہ کے بعد تدفین کے موقع پر آپ کے آبائی قبرستان میں کھڑا تھا تو عالم خیال میں میں یہی سوچ رہا تھا کہ آج جب حضرت مولانا عبدالحق صاحب کی رحلت کے ۲۹۔۳۰ سال بعد شہادت کے رتبے پر فائز ان کا جگر گوشہ ان کے پہلو میں سپرد خاک کیا جارہا ہے تو نہ معلوم آپ کو مدتوں کے بعد عالم ارواح میں ملاقات کا یہ منظر کتنا پر کیف ہوگا، کتنی خوشی اور مسرت ہوگی کہ میرے بیٹے نے میرے مرنے کے بعد میرے مشن سے عہد وفا نبھایا، میرے ہاتھ کے گلدستہ اور گلشن حقانیہ کو آباد وشاداب رکھا، ملک اور بیرون ملک کلمہ حق کی سربلندی کیلئے دن رات جہد مسلسل کو تھامے رکھا، جہاد افغانستان میں میرے روحانی بچوں کی سرپرستی فرمائی، صرف یہ نہیں بلکہ ناموس رسالت اور دین اسلام کی نشرواشاعت کیلئے اپنا تن من اور دھن قربان کر کے شہید مظلوم حضرت عثمانؓ کی یاد تازہ کردی۔

عمر بھر حضرت مولانا عبداللہ درخواستیؒ کے اس ہدیہ کو کہ ایک ہاتھ میں قرآن مجید اور دوسرے ہاتھ میں کلاشنکوف اور ہتھیار دے کر عمر بھر اس کی پاسداری کی، آج آپ کے بدن کا لہو اور جسم کا بال بال بارگاہ الٰہی میں اس کی عمر بھر کی بے قراری اور دین اسلام کی سربلندی کیلئے بے ساختہ گواہی دے رہے ہیں، دل کی گہرائیوں سے یہی آرزو اور تمنا ہے کہ بارگاہ الٰہی میں آپ کی یہ المناک شہادت آپ کے رفعۂ درجات کے لیے وسیلہ ثابت ہو۔ ہمیں اس موقع پر اس حوالے سے بھی دل کیلئے تسلی اور اطمینان کا پہلو موجود ہے کہ جب اہل بیت میں حضرت امام حسینؓ کی شہادت ایک ایسے وقت میں ہورہی ہے کہ جہاں اس سے پہلے اسلام کے بے شمار ے شیدائیوں نے جان کے نذرانے دے کر ایک تاریخ رقم کی۔ ایسے میں تکوینی لحاظ سے رسالت مآبؐ کے جگر گوشے کیسے اس میدان میں صف آخیر میں دکھائی دیں، قدرت نے ان کی شہادت کے لیے بھی اسباب پیدا فرمائے، میں یہی عرض کروں گا کہ جب حضرت شیخ رحمہ اللہ نے عمر کا بیشتر حصہ مجاہدین کی سرپرستی میں گزارا، دارالعلوم حقانیہ میں عرصہ دراز سے بخاری شریف کی کتاب المغازی کا مسلسل درس دیا وہاں وہ کیسے شہادت کی خلعت فاخرہ کے بغیر رخصت ہوتے، وہ سرپرستی اتنی قبولیت اختیار کرگئی کہ آپ امام الشہداء کہلانے لگے، کیا آپ کی نماز جنازہ میں موجود فرزندان توحید کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر کیا کچھ کم مقبولیت ہے۔

ع خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

ان للہ مااخذ ولہ ما اعطی و کل شئی عندہ باجل مسمی

التفات ایسا کہ آتش بن گئی باغ خلیل بے نیازی وہ کہ مقتل ہے زمین کربلا

مفتی ذاکر حسن نعمانی
مدرس جامعہ عثمانیہ پشاور

مقدمہ رہنمائے تعلیم

زیر نظر مضمون جناب مفتی ذاکر حسن نعمانی صاحب، مدرس جامعہ عثمانیہ پشاور کی تعلیم و تربیت پر ایک اہم کتاب ''رہنمائے تعلیم'' کا وقیع مقدمہ ہے، جسے قارئین 'الحق' کے استفادہ کیلئے شائع کیا جارہا ہے (ادارہ)

تعلیم و تبلیغ کی اہمیت، ضرورت اور آپس میں دونوں کا تلازم روز روشن کی طرح واضح ہے۔ امام بخاریؒ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وعظ اور نصیحت سے کئی تعلیمی امور کا استنباط کیا ہے۔ تمام انبیائے کرام علیہم السلام نے اپنی اپنی امتوں کی نظریاتی و عملی اصلاح کے لیے وعظ و نصیحت اور دعوت و تبلیغ سے آغاز کیا ہے، لیکن غور کیا جائے تو دین کے تمام اہم شعبوں کو صحیح دینی و عقلی منہج پر چلانے کیلئے ایسے علم کی ضرورت ہے جو بذات خود ہر قسم کی غلطی سے پاک ہو اور وہ صرف وحی کا علم ہے، اس لیے کہ انسانوں کے پاس وحی کے علاوہ علم کے جو ذرائع (حواس، عقل، تجربہ، مشاہدہ، قیاس، حدس، خواب، کشف وغیرہ) ہیں، ان میں غلطیوں کا امکان زیادہ ہوتا ہے۔ ان مذکورہ علمی ذرائع کی غلطیوں کی اصلاح کے لیے میزان و معیار بھی وحی کا علم ہے۔ مذکورہ ذرائع سے جو بات بھی وحی کی میزان میں تلنے کے بعد سامنے آئے، وہ قابل عمل اور خیر و برکت والی ہوگی۔ اسی کو کہا گیا ہے اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ (القلم: ۱)

مفکر اسلام حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے علم کو اپنے اسم کے ساتھ جوڑا ہے یعنی اسم ربانی، اسم الٰہی کے سایہ کے نیچے علم ہونا چاہیے۔ علم کا رشتہ جب اسم سے ٹوٹتا ہے تو وہ علم نہیں، بلکہ جہل ہے اور آخری درجہ میں خدافراموش بنا دینے والی چیز بن جاتی ہے۔ یہ ایک سانحہ ہے دنیا کا۔ (مدارس اسلامیہ اہمیت و ضرورت اور مقاصد)

دیگر شعبوں کی شرعی رہنمائی

تزکیہ نفس (تصوف) کا شعبہ ہو یا جہاد کا، تعلیم وتبلیغ کا شعبہ ہو یا سیاست وحکومت کا؛ سب کی بنیاد قرآن وحدیث ہے۔ ہر دَور کے مجددین نے جو تجدیدی کارنامے سرانجام دیے ہیں، اس کا حاصل یہی ہے کہ کسی دینی شعبہ میں ادنیٰ سی شرعی خلاف ورزی نہ ہونے پائے، اس لیے کہ دین مکمل ضابطہ حیات ہے اور ہر شعبہ زندگی میں اس کا اِحیاء ضروری ہے۔

تعلیم

دین ودنیا کے تمام اہم شعبوں کی قیادت وسیادت تعلیم یافتہ لوگوں کے ہاتھ میں ہے۔ کوئی شعبہ ایسا نہیں، جس کے لیے کسی قسم کی تعلیمی قابلیت اور ضابطہ اخلاق نہ ہو، کسی عہدہ کے لیے صرف تعلیمی قابلیت کا لحاظ اور رعایت صحیح نہیں، اس لیے کہ اگر با اخلاق (امانت ودیانت والا) نہ ہو تو قصداً صحیح کام نہیں کرے گا۔ اگر کیریکٹر اور کردار صحیح ہے، لیکن تعلیمی قابلیت نہیں تو پھر بھی اپنے شعبے اور ادارے کا ستیاناس کر دے گا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے جب وزارتِ خزانہ کا عہدہ طلب کیا تو فرمایا: انی حفیظ علیم (یوسف)

لفظ ''حفیظ'' میں امانت، دیانت یعنی اچھے کردار اور کیریکٹر سرٹیفکیٹ کی طرف اشارہ ہے اور ''علیم'' میں تعلیمی قابلیت کی طرف اشارہ ہے۔ حفیظ کو اس لیے مقدم کیا کہ امانت ودیانت کی تعلیمی قابلیت سے زیادہ ضرورت ہے۔ آج تمام شعبوں کا بگاڑ تعلیمی قابلیت کے فقدان سے زیادہ امانت ودیانت کے فقدان کی وجہ سے ہے، لہٰذا تمام تعلیمی اداروں میں تعلیم کے ساتھ کردار سازی اور دینی تربیت کی ضرورت ہے۔ جس تعلیمی ادارے میں تربیت نہیں، وہ ناقص ادارہ ہے، اس کے فیض یافتہ اور ڈگری ہولڈرز ناقص ہوں گے، وہ کسی شعبۂ زندگی کو صحیح نہیں چلا سکتے۔ اس لیے تعلیمی مقاصد متعین کر کے ان کے مطابق قرآن وحدیث کے قواعد وضوابط، آداب اور احکامات کی روشنی میں نظامِ تعلیم بنانا چاہیے، تاکہ تعلیمی مقاصد حاصل ہو سکیں اور علم ثمر آور اور مفید ہو جائے۔ میرے نزدیک تعلیم کا مقصد دیگر مقاصد کے علاوہ ادراکی قوتوں (دل ودماغ) کی صحیح آبیاری اور انسانیت سیکھنا ہے۔ تعلیمی نظام دینی مدرسے کا ہو یا کسی عصری ادارے کا، اگر اس میں شریعت کی پابندی اور تصورِ رب نہ ہو تو نتائج برے ہوں گے۔ البتہ دینی علوم پڑھنے اور پڑھانے کی برکت سے پڑھنے اور پڑھانے والا آخرکار راہِ راست پر آجاتا ہے، اگرچہ وقتی طور پر کچھ خامیاں یا کمیاں ہوں، کیونکہ ان کا راستہ صحیح

ہے، جبکہ عصری تعلیمی اداروں میں قدم قدم پر شریعت کی پابندی کی ضرورت ہے۔

فہم انسانی

انسان کے جسم میں فہم کے اعتبار سے تین اہم مخفی اور پوشیدہ چیزیں ہیں:

(۱) قلب (دل) (۲) عقل (۳) اور نفس

دل، جذبات واحساسات اور مختلف احوال وکیفیات (غصہ، بہادری، محبت، نفرت، خوف، بزدلی، عاجزی، انقباض وانبساط وغیرہ) کا مرکز ہے، یہ احوال اور کیفیات کبھی صحیح ہوتی ہیں کبھی غلط، عقل بدیہی اور نظری علوم کا مرکز اور خزانہ ہے، اس میں کبھی صحیح علوم جمع ہو جاتے ہیں کبھی غلط، نفس اچھی اور بُری خواہشات کا مرکز ہے، کبھی جائز خواہشات کا تقاضہ کرتا ہے اور کبھی بُری خواہشات کا۔ عصری تعلیمی ادارے صرف عقل کی دنیا میں رہتے ہیں۔ بہت کم لوگوں کو غلط علوم کا ادراک ہوتا ہے۔ وہ دل اور نفس کی دنیا سے بے خبر ہیں۔ ان کے فساد، بگاڑ اور اصلاح کو بالکل جانتے ہی نہیں۔ ان تینوں میں جب بگاڑ آجائے تو پوری دنیا میں نظریاتی، عملی اور اخلاقی فساد پھیل جاتا ہے اور جب ان کی اصلاح ہو جاتی ہے تو دنیا میں چین وسکون اور امن کی فضا قائم ہو جاتی ہے۔

الحاصل عصری تعلیمی اداروں میں ادراک اور فہم کی مذکورہ تین قوتوں کی اصلاح کا کوئی پروگرام نہیں، جبکہ قرآن وحدیث میں ان تینوں کی اصلاح کی بڑی اعلیٰ تعلیمات ہیں۔ اس نکتہ کو سمجھنے کے بعد عصری اور دینی تعلیمی اداروں کا فرق بھی واضح ہو جاتا ہے اور دینی مدارس کی ضرورت اور اہمیت بھی ثابت ہو جاتی ہے، اگر عصری تعلیمی ادارے قرآن وحدیث کی روشنی اور تصورِ رب کے ساتھ کام شروع کر دیں تو ان کی اصلاح بھی ممکن ہے، اور جو دنیاوی کردار وہ پیدا کریں گے، وہ ملک و ملت کے لیے مفید ثابت ہوں گے۔

نصابِ تعلیم

شاہ ولی اللہؒ کے نزدیک ہر زمانہ کے انسان کی تربیت وتکمیل پانچ علوم پر موقوف ہے، حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک ہر زمانے میں اللہ تعالیٰ نے یہ پانچ علوم نازل کیے ہیں، بندے کا ناقص خیال ہے کہ ہر دَور میں نصابِ تعلیم ...... خاص کر عصری تعلیمی اداروں کا ...... اگر ان پانچ علوم کی روشنی میں مرتب کیا جائے تو ہر تعلیم یافتہ فرد، دین ودنیا کا ایک صحیح اور قابل رشک کردار اور نمونہ ہوگا۔ دینی مدرسے کے فاضل اور عصری علوم کے فاضل کی آپس کی وحشت اور

نفرت محبت اور یگانگت میں بدل جائے گی۔ ممکن ہے دونوں فاضلوں کی صورت و سیرت میں فرق ہو، لیکن ذہنی ہم آہنگی میں فرق نہیں ہوگا (ان شاء اللہ)۔ اگر کوئی ایسا تعلیمی ادارہ بن جائے جس میں دونوں (دینی وعصری) علوم کی تعلیم و تربیت شرعی امور کی رعایت کے ساتھ دی جائے تو ان شاء اللہ تمام طلبہ کی صورت و سیرت بھی اسلامی ہوگی۔

علم التوحید والصفات یعنی توحید وصفات کا علم

خود کو اللہ کا بندہ اور اس کو معبود حقیقی اور خوبیوں کا مالک اور ہر طرح کے نقائص سے پاک سمجھنا، یہ علم اس لیے ضروری ہے کہ انسان مخلوق ہے اور اللہ تعالیٰ خالق ہے۔ مخلوق اگر خالق کو نہ پہچانے تو وہ کیا کمال حاصل کرسکتی ہے؟ اسی طرح صفات حسنیٰ کا علم بھی ضروری ہے، اس لیے کہ انسان کی تربیت کا تعلق صفات سے بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کو علیم وخبیر جان کر ہی خلوت اور جلوت میں اس کے احکامات کی تعمیل کرے گا، غرض ہر صفت جاننے پر یہ بات موقوف ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیسا معاملہ کرنا چاہیے؟

علم العبادات (یعنی نماز، روزہ، حج وزکوٰۃ کا علم)

اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے تعارف کے بعد خود کو اس کا بندہ سمجھ کر اپنے قول اور فعل سے اس کی بندگی اختیار کرنا ضروری ہے، اس لیے کہ عبادت اور بندگی کی صحیح اور درست صورتوں کا پہچاننا فرض ہے۔ بندگی کے غلط طریقے جاننا بھی ضروری ہے، کیونکہ غلط طریقوں سے بندگی کرنے سے بجائے قرب کے اللہ تعالیٰ سے دوری پیدا ہوتی ہے۔

علم الارتفاقات یعنی تدبیراتِ نافعہ کا علم

انسان کی تخلیق تو عبادت، بندگی اور آخرت کے کاموں کے لیے ہوئی ہے، مگر یہ سب کچھ دنیا میں ایک وقت تک رہ کر کرنا پڑتا ہے، دنیا کی ضروریات، مثلاً: کھانا پینا، لباس، مکان، سواری وغیرہ کا شرعی دائروں میں بندوبست ضروری ہے۔ اس کیلئے ارتفاقات کا علم ہے یعنی دنیاوی ضرورتوں کو آسان اور اعلیٰ تدابیر کے ساتھ شرعی اصولوں کی روشنی میں پورا کرنا، ارتفاقات کے علم میں تمام عصری علوم (سائنس، طب، ریاضی، فلکیات، اگریکلچر، مختلف زبانوں کا سیکھنا وغیرہ) کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ مذکورہ عصری علوم میں کمال پیدا کرنے سے ہر فرد کی زندگی سہولت کے ساتھ گزرے گی، یہی مفید تدبیر (ارتفاق) کا اپنانا ہے۔

علم المخاصمہ یعنی استدلال کا علم

اپنے مذہب کی برتری ثابت کرنے کے ساتھ ساتھ اس پر وارد شدہ شبہات اور اعتراضات کا ازالہ اور اس کا دفاع بھی ضروری ہے۔قرآن مجید میں مشرکین ، یہود ، نصاریٰ اور منافقین کے شکوک وشبہات کا قلع قمع کیا گیا ہے ۔ ہر دَور میں گمراہ فرقے پیدا ہوتے رہتے ہیں ۔ ہر فرد کا فرض بنتا ہے کہ علم الاستدلال کے ذریعے اسلام کا دفاع کرے ۔آج بے شمار گمراہ فرقے عصری علوم کے فضلاء کو گمراہ کر رہے ہیں، اگر انکے پاس استدلال کا علم ہوتا تو ان کے عقائد پر کوئی بھی ڈاکہ نہ ڈال سکتا ۔

علم التذکیر بآلاء اللہ وبایّام اللہ وبوقائع البرزخ والحشر یعنی وعظ ونصیحت کا علم

نفس اور شیطان انسان کا دشمن ہے ۔کبھی دل زنگ آلود ہوجاتا ہے، دنیا کے مشاغل سے دل سخت ہو جاتا ہے، جس کی وجہ سے انسان آخرت کی سعادت سے محروم ہوجاتا ہے۔اس کا علاج وعظ ونصیحت ہے۔اس کے تین طریقے ہیں :

- ☆ انسان احسان کا بندہ ہے، اس کو اللہ کی بے شمار نعمتیں یاد دلائیں تو شکر گزاری کے جذبے سے سرشار ہوجاتا ہے۔گویا ایک علاج یہ ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں یاد دلائی جائیں ۔
- ☆ حق و باطل کی کشمکش اور اچھے بُرے لوگوں کے واقعات واحوال اور اس کے نتائج اس کے سامنے بیان کرنا ۔آدمی تاریخ سے سبق حاصل کرتا ہے ، گویا حق وباطل کی تاریخ سے سبق حاصل کرکے اپنی دنیا اور آخرت سنوارے گا۔قرآن مجید حق وباطل کی تاریخ سے بھرا پڑا ہے۔اس مقصد کے حصول کے لیے قصص القرآن کی کسی بھی کتاب کا مطالعہ کافی ہے۔
- ☆ مرنے کے بعد کے واقعات ،قبر، حشر، جنت ، دوزخ اور آخرت کا تذکرہ؛ جہاں انسان کو ہمیشہ کے لیے رہنا ہے ۔ گویا اصل ،آخری اور ابدی انجام پر نظر ضروری ہے، تاکہ ہمیشہ کی ناکامی سے بچ کر ہمیشہ کی کامیابیاں حاصل کرے ۔

اگر دینی ودنیاوی علوم کے ماہرین اپنی پوری مہارت اور اخلاص کے ساتھ مذکورہ پانچ علوم کی روشنی میں نصابِ تعلیم مرتب کریں تو یہ دنیا کا بہترین نصابِ تعلیم ہوگا ۔

رہنمائے تعلیم

تعلیم (دینی وعصری) کی اہمیت اور ضرورت کے پیشِ نظر بندہ نے قرآن وحدیث کا مطالعہ کیا اور دونوں شعبوں سے متعلق قرآن وحدیث سے چند احکام ،آداب اور قواعد (بقیہ صفحہ ۴۶ پر)

(شیخ الحدیث) مفتی حبیب الرحمٰن درخواستی*

(مولانا) پیر سیف الرحمٰن درخواستیؒ کا سانحہ ارتحال

مولانا پیر سیف الرحمٰن درخواستی رحمتہ اللہ علیہ نے ایک درویش عالم دین، عظیم سعادتوں کے مالک حضرت مولانا عبدالروٴف درخواستیؒ جیسی شخصیت کے بابرکت گھرانے اور شیخ الاسلام حافظ الحدیث والقرآن حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ کی حویلی بستی درخواست تحصیل خان پور میں آج سے تقریباً ۶۳ سال قبل آنکھ کھولی، ابتدائی تعلیم اپنے والد مولانا عبدالروٴف درخواستیؒ سے حاصل کی انہی کی ہی نگرانی میں مختلف علاقائی مدارس میں تعلیم حاصل فرمائی۔ دورہ حدیث اور علوم نبویہ کی تکمیل اپنے نانا جان حافظ الحدیث حضرت مولانا عبداللہ درخواستیؒ سے حاصل کی۔ آپ کے اساتذہ میں آپ کے بڑے بھائی صاحبان شیخ الحدیث حضرت مولانا شفیق الرحمٰن درخواستیؒ ، شیخ الحدیث مولانا مفتی حبیب الرحمٰن درخواستی دامت برکاتہم، جامع المعقول و المنقول حضرت مولانا واحد بخشؒ کوٹ مٹھن، مولانا محمد ابراہیم تونسویؒ، شیخ الحدیث مولانا امیر محمد تونسوی مدظلہ و دیگر جید علماء شامل ہیں۔

سند فراغت حاصل کرنے کے بعد روجھان کے عظیم نیک دل بزرگ راہنما حاجی شمس الدین خان مزاری مرحوم کے اصرار پر اپنے نانا جان حافظ الحدیث حضرت درخواستیؒ اور والد مکرم مولانا عبدالروٴف درخواستیؒ کے حکم پر دارالعلوم محمدیہ روجھان میں تعلیم و تدریس کا آغاز فرمایا، مولانا پیر سیف الرحمٰن درخواستیؒ کی روجھان کے پسماندہ علاقہ میں تقرری سے علاقہ کی قسمت کھل اٹھی اور ان کیلئے بہت بڑی نعمت تھی۔ آپ نے پورے علاقہ والوں کی اصلاح اور ان کے بچوں کو تعلیم و تربیت سے آراستہ کرنے کیلئے دن رات، کچہ پکا جھونپڑیوں تک ہر بستی میں علوم قرآن کی روشنی کو روشن کرنے کیلئے دن رات محنت فرمائی۔ اپنے نانا جان حافظ الحدیث حضرت درخواستیؒ اپنے والد اور بڑے بھائیوں کی خصوصی شفقت اور توجہات سے علاقہ میں اصلاحی اور علمی انقلاب برپا فرمایا۔ ابتدائی تعلیم میں سینکڑوں طلباء کو ذی استعداد بنا کر جامعہ مخزن العلوم خان پور اور جامعہ عبداللہ بن مسعود خانپور میں بقیہ علوم کی تکمیل کرانے کے لئے بھیجتے اور ان کی تعلیمی نگرانی فرماتے تھے۔ جس کے نتیجے میں آج پورے علاقہ میں سینکڑوں علماء موجود ہیں، سینکڑوں چھوٹے مدارس

* مہتمم جامعہ عبداللہ ابن مسعود خان پور

قرآن مکاتب کا جال بچھ چکا ہے یہ سب پیر طریقت مولانا پیر سیف الرحمٰن درخواستیؒ کا صدقہ جاریہ ہے۔عقائد اور اعمال کی اصلاح کیلئے گاؤں گاؤں جلسے رکھ کر اصلاحی ماحول بنایا اور ہر سال دارالعلوم محمدیہ روجھان کے سالانہ جلسہ میں جس اپنے خاندان کے بزرگان دین کے علاوہ ملک کے نامور شیوخ ، جید علماء ، مشہور خطباء بلایا کرتے تھے، دارالعلوم محمدیہ کو علاقہ میں ایک مرکزی حیثیت حاصل ہو گئی تھی۔ پھر ساتھیوں کے اصرار پر دینی ضرورت کے پیش نظر آپ نے ۲۰۰۰ء میں راجن پور میں جامعہ شیخ درخواستی کے نام سے بنین کا مدرسہ اور مدرسہ سیدہ زینب للبنات کے نام سے بنات کی تعلیم کیلئے مدارس قائم فرمائے ، دارالعلوم محمدیہ کی طرح یہ دونوں مدارس کا فیضان عام ہوا،اللہ کے ہاں ان اداروں کو اتنی مقبولیت حاصل ہوئی کہ آج یہ مدارس اسلام کے عظیم قلعے بن چکے ہیں(اللھم زد فزد)

آپؒ کو خاندانی وراثت میں دین اسلام کی اشاعت کا جذبہ اور انسانیت کی علمی و دینی خدمت کا ذوق اعلیٰ درجہ کا حاصل تھا۔ اسی بناء پر بغیر طمع و لالچ کے پورے علاقہ میں آپ کے تبلیغی اسفار قابل ذکر ہیں اور یہ ان کی زندگی کا عظیم حصہ ہے۔تصوف اور اصلاح میں آپ نے حافظ الحدیث حضرت درخواستیؒ سے تربیت حاصل کی اپنے بڑے بھائی شیخ الحدیث مولانا شفیق الرحمٰن درخواستیؒ اور پیر طریقت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی جھنگ والوں سے خلافت کا اعزاز بھی حاصل ہوا۔ انہوں نے اپنی ان نسبتوں کو ملک کے گوشے گوشے میں اپنا فیض بھیجا۔ جس کے باعث آج چاروں صوبوں میں ان کے ہزاروں مریدین متعلقین موجود ہیں۔ ہفتہ وار درس تفسیر القرآن اور ہر مہینے کا ایک جمعہ روجھان اور ایک جمعہ بدستور رہا۔ جامعہ عبداللہ بن مسعود کے سالانہ اجتماع سمیت اپنے بڑے برادران ، بزرگوار کے تمام چھوٹے ، بڑے پروگراموں اجتماعات کو زینت بخشتے اور تمام انتظامات کی براہ راست نگرانی فرماتے تھے۔ جامعہ شیخ درخواستی کی سالانہ خلیل اللہ کانفرنس ذی الحجہ اور ربیع الاول میں سیرت کانفرنسوں کا سلسلہ بھی تسلسل سے جاری ہے ۔مولانا پیر سیف الرحمٰن درخواستی نہایت ہی سادہ مزاج تھے۔ رہن ،سہن ،لباس میں سادگی اور قناعت کو پسند کرتے تھے۔ آپ نے اپنے والد کی طرح اپنی ساری اولاد کو حافظ قاری عالم بنایا۔ بڑے بیٹے قاری کفایت اللہ درخواستی حافظ قاری دینی تعلیم یافتہ ہیں۔ دوسرے بیٹے مولانا رحمت الرحمٰن درخواستی حافظ عالم اور مبلغ ہیں۔ تیسرے حافظ جواد الرحمٰن حافظ ہیں معہد الفقیر جھنگ میں زیر تعلیم ہیں۔ حافظ خباب الرحمٰن درخواستی حافظ ہیں جامعہ شیخ درخواستی میں زیر تعلیم ہیں۔ چھوٹے اور لاڈلے بیٹے احمد الرحمٰن ثانی قرآن مجید حفظ کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ آپ کی تمام چھ بیٹیاں اور داماد بھی قرآن و حدیث کی تعلیم سے وابستہ ہیں۔ آپکی اہلیہ نے بھی ساری زندگی مدرسہ للبنات اور اس میں زیر تعلیم سینکڑوں بچیوں کی تعلیم و تربیت کی نگرانی کی اور مولانا پیر سیف الرحمٰن درخواستی کی جہد مسلسل کی زندگی میں بھر پور

معاون رہیں، اولاد کی بہترین تربیت کی۔ آپ صلہ رحمی کے طور پر تمام بہن بھائیوں ان کی اولادوں اور پورے خاندان جماعت کے ساتھ نہایت ہی محبت ایثار اور خیر خواہی سے پیش آتے تھے اسی کی بدولت اپنے آپ کو ان کا محبوب بنا ڈالا۔ آپ اپنے چھوٹے بھائی شہید اسلام شیخ الحدیث مولانا انیس الرحمٰن درخواستی سے بہت پیار کرتے تھے، سیاسی طور پر اسلاف کی جماعت اور اپنے نانا جان کی جماعت جمعیت علماء اسلام کے ساتھ مرکزی حیثیت سے خدمات سرانجام دیں، قائد انقلاب مولانا مفتی محمودؒ انکے آئیڈیل قائد تھے اور نانا جان حافظ الحدیث حضرت درخواستیؒ کے اشاروں پر ہمیشہ جمعیت کے اسی حلقہ سے متعلق رہے جس بیڑے میں حضرت درخواستیؒ کا اشارہ ہوتا تھا۔ اسی نسبت سے آپ نے زندگی کے آخر تک مولانا سمیع الحق شہیدؒ کیساتھ سیاسی خدمات سرانجام دیں، ان سے اختلاف ہوتا تو دلائل سے اسکا اظہار اجلاس میں برملا فرماتے تھے۔ ویسے بھی حق گوئی ان کا طرہ امتیاز تھا، بڑے بڑے خانوں، نوابوں کو بھی آنکھ میں آنکھ ڈالکر بات کرنے میں کوئی جھجک نہیں فرماتے تھے۔

(بقیہ صفحہ ۴۳ سے) (مقدمہ رہنمائے تعلیم)

براہِ راست اخذ کیے۔ اللہ کرے صحیح اور مفید ثابت ہوں، انسان غلطی کا پتلا ہے اور بندہ کو ہر وقت علمی تہی دامنی کا احساس دامن گیر رہتا ہے، ایک آیت اور ایک حدیث سے ایک سے زیادہ احکام، آداب اور قواعد بھی معلوم ہوئے ہیں، لیکن عنوان میں صرف ایک کا تذکرہ ہے، اسلئے کہ سب کا ذکر مشکل تھا

اس کتاب میں تعلیم سے متعلق تمام امور یعنی آداب واحکام کا احاطہ بہت مشکل ہے اور نہ یہ ناقص تحقیقی وتخلیقی کاوش حتمی اور آخری ہے، بلکہ صرف ایک طالب علمانہ سعی ہے، کتاب کے مطالعہ سے پتہ چلے گا کہ ان شاء اللہ شعبہ تعلیم کی رہنمائی میں یہ کتاب مفید اور مثبت ثابت ہوگی، اس کتاب میں علم، استاد، شاگرد، کتاب، نصاب، سبق اور تعلیمی ادارے کے متعلق چند امور کا ذکر ہے، کتاب کے مطالعہ سے ہر ایک آسانی سے اندازہ لگا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک تعلیم کی کتنی اہمیت ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کس درجے کے معلم اور ماہر تعلیم تھے۔ دنیوی شعبہ تعلیم سے وابستہ جو افراد صرف غیر مسلم ماہرین تعلیم کے نظریات اور نظام سے متأثر ہو کر ان کی مسلسل پیروی اور تقلید کر رہے ہیں، ان کی خدمت میں عرض ہے کہ اس کتاب کا مطالعہ کر کے اپنے شعبہ تعلیم کے جملہ امور میں اس کتاب سے رہنمائی حاصل کر کے کفار اور اغیار کی اندھی تقلید چھوڑ دیں، نیز بی ایڈ اور ایم ایڈ کا کورس پڑھنے پڑھانے والوں کے لیے بھی یہ کتاب بہترین رہنماء ہے، دینی شعبہ تعلیم سے وابستہ افراد کے لیے تو انتہائی مفید ہے۔

جناب نیاز احمد سواتی*

مغرب سے مکالمہ

اسلام اور مغرب کے مابین تہذیبی اختلافات نے تصادم کی شکل اختیار کر لی ہے، اس جنگ میں جدید ٹیکنالوجی کے استعمال نے انسانی جانوں کے اتلاف کو تاریخ کی بلندترین سطح پر پہنچا دیا ہے، جنگ میں زندہ بچ جانے والے افراد پر پڑنے والے مضر نفسیاتی اثرات اور ہجرت کی صعوبتیں اس پر مستزاد ہیں، اس صورتحال نے جنگ کے دونوں فریقوں یعنی اسلام ومغربی معاشروں کے سنجیدہ اذہان کو تشویش میں مبتلا کر دیا ہے۔ اس تصادم سے مسلم امہ زخم زخم ہے تو مغربی معاشرے بھی محفوظ نہیں رہے، عراق اور افغانستان سے واپس جانے والے فوجیوں کے تابوت، زخمی فوجی اور ان پر بڑھتے ہوئے جنگی اخراجات نے مغربی معاشروں کو بدل کر رکھ دیا ہے۔ مغربی معاشروں میں پائی جانے والی آزادانہ فضاء اب ماضی کا قصہ بن چکی ہے، مشہور امریکی مصنف اور صحافی امریکہ کو پولیس اسٹیٹ قرار دے رہے ہیں، ان جنگوں کی طوالت اور جنگی اخراجات کے نتیجے میں مغربی عوام کی سہولتوں میں کمی نے ان جنگوں سے بیزاری کو جنم دیا ہے۔

دوسری طرف مسلم معاشرے چونکہ ان جنگوں کے اصل متاثرین میں سے ہیں لہذا یہاں مکالمے کی اہمیت پر زیادہ زور دیا جا رہا ہے۔ اسلام اور مغرب کے مابین مکالمے کی شدید ضرورت اور بظاہر ہموار فضاء کے باوجود اس مکالمے کی عدم موجودگی حیران کن محسوس ہوتی ہے مگر معاملے کا بغور جائزہ لیا جائے تو صورت حال سمجھ میں آنے لگتی ہے اور اس مکالمے کی رکاوٹوں کا ادراک ممکن ہو جاتا ہے، اس مکالمے کے ضمن میں سب سے پہلی بات یہ ہے کہ مکالمہ وہاں ممکن ہوتا ہے جہاں دونوں فریقوں کے مابین بنیادی امور مشترکہ ہوں اور اختلافات کی بنیادیں گہری نہ ہوں، اسلام اور مغرب کے درمیان بنیادی تصورات یعنی تصورِ انسان، تصور کائنات اور تہذیبی اقدار میں اس قدر اختلاف

---

* لیکچرر ڈی ایچ اے پبلک سکول کراچی

ہے کہ یہ دونوں شجر اپنی جڑوں سے شاخوں تک ایک دوسرے کی مکمل ضد ہیں، اس لئے یہاں دوطرفہ بات چیت(Dialogue) ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے البتہ یک طرفہ گفتگو (Monologue) یعنی دعوت کی کامیابی کا امکان ضرور موجود ہے کہ یا تو مسلمان مغربی تہذیب اور اقدار کو اپنا لیں یا پھر مغربی معاشرے دعوت کے نتیجے میں اسلام قبول کر لیں، دوسری بات یہ ہے کہ جب جدید مسلم دانش وروں نے مغرب کی بنیادی آدرشوں کو نہ صرف یہ کہ اپنا لیا ہے بلکہ آئیڈیالائز بھی کر لیا ہے تو مغرب اسلام سے کیوں مذاکرات کرے جبکہ عالم اسلام نے مادر پدر آزادی (Freedom) انسانی حقوق (Human Rights)، جمہوریت(Democracy)، سرمایہ داری(Capitalism)، ترقی (Development) اور مساوات (Equality) کے مغربی تصورات کو قبول کر لیا ہے تو مغرب اسلام سے مکالمہ کرنے کے بجائے اپنی تہذیبی اقدار کو مسلم معاشروں پر بزور بازو کیوں نہ نافذ کرے اور مغرب اس وقت یہی کر رہا ہے۔ افغانستان ،عراق جیسے ممالک میں یہ کام جنگ کے ذریعے ہو رہا ہے تو پاکستان اور سعودی عرب جیسے ممالک میں دوستی کے پردے میں اور پردہ بھی وہ جس کے متعلق شاعر نے کہا......

خوب پردہ ہے کہ چلمن سے لگے بیٹھے ہیں
صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں

مغرب ایسے گروہوں سے مکالے کا قائل ہے جو مغرب کی عسکری طاقت کو اپنے نظریئے ، طرز زندگی اور ایمانی جذبے کے ذریعے چیلنج کردے اور مغرب اپنی ٹیکنالوجیکل برتری کے باوجود اس گروہ کے مقابلے میں شکست سے دو چار ہوجائے ، حالانکہ تاریخ میں یہ صورت حال افغانستان میں موجود ہے، افغان قوم نے مغرب کی تین مختلف سپر پاورز یعنی برطانیہ، روس اور امریکہ کو جنگ کے میدان میں شکست دیکر یا تو مکالمے پر مجبور کر دیا یا پھر علی الاعلان شکست تسلیم کرنے کی راہ دکھا دی۔

معرکہ خیر وشر کی تاریخ ازل تا امروز یہی ثابت کرتی ہے کہ جب بھی طاقت کسی ایسے شخص یا نظام کے ہاتھ میں مرتکز ہو جائے جو وحی الٰہی کا پابند نہ ہو تو زمین پر فساد برپا ہوتا ہے ایسی صورت میں طاقتور فریق دلیل، مکالمے اور معقولیت کے بجائے نہ صرف اپنی طاقت پر بھروسہ کرتا ہے بلکہ اپنے موقف کے غلط ثابت ہوجانے کے باوجود ہر دلیل کا جواب طاقت سے دینے کی کوشش کرتا ہے۔ یہاں تفصیل کا موقع نہیں لہٰذا تاریخ سے چند مثالیں پیش کرنے پر اکتفا کروں گا، موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو دلیل کے میدان میں شکست دے دی تو فرعون نے معقولیت اور استدلال کے بجائے طاقت

استعمال کی مگر بالاخر اپنے بد انجام کو پہنچ کر وہ رہتی دنیا کے لئے عبرت کا سامان بن گیا، ابراہیم علیہ السلام نے دلیل اور مکالمے کے ذریعے نمرود کو غلط ثابت کر دیا تو اس نے اپنی طاقت استعمال کرتے ہوئے ابراہیم علیہ السلام کو آگ کے الاؤ میں پھینک دیا مگر نصرت الٰہی نے انہیں وہاں سے بھی بحفاظت باہر نکال کر ایک بار پھر ابراہیم علیہ السلام کی اخلاقی برتری ثابت کر دی تب بھی نمرود نے دلیل ماننے کے بجائے طاقت کے استعمال کو ہی بہتر جانا، یورپ کی تاریخ کا جائزہ لیں تو معلوم ہوتا ہے کہ قرون وسطی تک یورپ بڑی حد تک عیسائیت کی تعلیمات کے ماتحت تھا، اس دور میں معقولیت، مکالمے اور دلیل کو کبھی رد نہیں کیا گیا مگر عیسائیت کے بتدریج زوال کے نتیجے میں یورپ مکمل طور پر سیکولر ہو گیا تو یورپی قوموں نے آپس میں بھی مکالمہ کرنا پسند نہ کیا بلکہ طاقت کو اپنا بہترین ہتھیار جانا۔

اس صورت حال نے دنیا کو یکے بعد دیگرے دو عالم گیر جنگوں سے دو چار کیا، مشرق وسطی میں مغرب نے دلیل اور مکالمے کو مکمل طور پر رد کرتے ہوئے فلسطینیوں کو ان کے وطن سے بے دخل کر دیا اور دنیا بھر کے یہودیوں کو دنیا بھر سے فلسطین میں جمع کر کے اسرائیل کی ناجائز ریاست کو بزور بازو قائم کر دیا۔ مغرب نے فلسطینی مقبوضہ علاقوں یعنی مغربی کنارے اور غزہ کی تحریک مزاحمت حماس کو پوری دنیا سے کاٹ کر دنیا کی سب سے بڑی انسانی جیل تشکیل دی۔ اس ''انسانی جیل'' پر اسرائیل نے سترہ دن تک بارود اور آہن کی بارش کی مگر حماس کی استقامت اور اسرائیل پر راکٹ حملوں سے بوکھلا کر مذاکرات کی میز سجائی گئی مگر شروع میں دلیل اور مکالمے کو سختی سے رد کر دیا گیا۔

۹/۱۱ کے بعد امریکہ نے افغانستان کی طالبان انتظامیہ اور شیخ اسامہ کو ٹوئن ٹاور پر حملے کا مجرم گردانتے ہوئے حملے کا ارادہ ظاہر کیا تو طالبان انتظامیہ نے شیخ اسامہ کے خلاف ثبوت مانگے اور شیخ اسامہ کو کسی غیر جانب دار ملک کے حوالے کرنے پر آمادگی ظاہر کر دی۔ اس معقول استدلال کو رد کرتے ہوئے افغانستان کو خاک و خون میں نہلا دیا گیا۔ گزشتہ اٹھارہ سال سے یہ خونی کھیل جاری ہے، ڈیزی کٹر بموں، کارپٹ بمبنگ اور قرآن کی توہین جیسے ہتھکنڈوں کی ناکامی اور مجاہدین کی مسلسل استقامت کے بعد امریکہ نے طالبان سے مذاکرات کیلئے بے چینی کا اظہار کیا اور مذاکرات کا آغاز بھی ہوا مگر شاید تاریخ ایک بار پھر اپنے آپ کو دہرانے والی ہے کہ سپر پاور افغانستان میں شکست کھانے کے بعد دنیا کے نقشے سے سویت یونین اور عظیم سلطنت برطانیہ کی طرح غائب ہو جاتی ہے اب ریاست ہائے امریکہ کا یہی انجام قریب ہے۔

تقدیر امم کیا ہے کچھ کہہ نہیں سکتا
مومن کی فراست ہو تو کافی ہے اشارہ

برصغیر کی طرف نگاہ دوڑائیں تو کشمیر کا انسانی المیہ مکالمے اور دلیل کی عدم موجودگی اور طاقت پر بھروسے کی بہتر سے بہتر تفسیر پیش کر رہا ہے۔ بھارتی وزیر اعظم جواہر لال نہرو مسئلہ کشمیر کو خود اقوام متحدہ میں لے کر گئے جہاں سے کشمیر میں استصواب رائے کا فیصلہ ہوا مگر آج تک معقولیت پر مبنی اس فیصلے کو بھارت جوتے کی نوک پر رکھتے ہوئے فوجی طاقت کے بل پر کشمیر میں اپنا قبضہ برقرار رکھے ہوئے ہے۔ کشمیر کے موضوع پر پاکستان اور بھارت کے درمیان ہونے والے مذاکرات کی تاریخ نے مکالمے اور دلیل کے بجائے طاقت پر بھروسے کی داستان بیان کی ہے، پاکستان کی ملکیت قرار پانے والے دریاؤں پر بہنے والے بھارتی ڈیم، فلسطین میں جبراً آباد کی جانے والی ہر یہودی بستی، افغانستان میں دم توڑتی ہر معصوم بچی، عافیہ صدیقی کیس، گوانٹا ناموبے کا اذیت کدہ اور کشمیر سے بلند ہونے والی بہنوں کی آہ و بکا اس مکالمے کی ناکامی کا اعلان کر رہی ہے۔

مغرب سے مکالمہ جرم نہیں مگر اس مکالمے کی کسی پائیدار بنیاد کا ہونا ضروری ہے، اس وقت مغرب مکالمے کے بجائے تصادم کی راہ پر گامزن ہے، یہ گھڑی فضول مکالمے میں وقت ضائع کرنے کے بجائے عمل کی طلب گار ہے۔

یہ گھڑی محشر کی ہے تو عرصہ محشر میں ہے
پیش کر غافل کوئی عمل اگر دفتر میں ہے

تہذیبی تصادم کی اس فضا میں ایک اور قابل غور غلط فہمی یہ ہے کہ چونکہ دنیا بھر میں ہونے والے قتل و غارت گری میں مختلف مذاہب کے ماننے والے باہم برسر پیکار ہیں لہٰذا ایک عالمی بین المذاہب مکالمے (INTER FAITH DIALOGUE) کی ضرورت ہے تاکہ بین المذاہب مفاہمت کے نتیجے میں دنیا امن کا گہوارہ بن جائے، اس خیال کی بنیادی خامی یہ ہے کہ یہ بات حقائق برسر زمین کے خلاف ہے، اس وقت دنیا کے تقریباً تمام ممالک میں حکومتوں کا ڈھانچہ سیکولر ہے اور زمام کار بھی سیکولر قوتوں کے ہاتھ میں ہے، اس وقت دنیا میں کہیں بھی ایسی اسلامی، عیسائی اور یہودی ریاست موجود نہیں جس نے اپنے مذہب کے ریاستی و معاشرتی سطح پر احیا کو ممکن بنایا ہو اور تو اور دنیا نظریاتی مملکت کہلانے والے دو ممالک پاکستان اور اسرائیل بھی اپنی چند مذہبی رنگ کی حامل دستوری شقوں کے

باوجود عملاً محض سیکولر ریاستیں ہیں، ایسی صورت میں جب دنیا کے متحارب گروہ مسلم عیسائی اور یہودی بنیادوں پر متصادم ہی نہیں (بلکہ اصل جنگ سیکولر مغربی اور اسلامی تہذیب کے درمیان جاری ہے) تو بین المذاہب مکالمہ محض ایک لاحاصل ذہنی عیاشی ہی کہلا سکتا ہے۔ مغربی دانش ہر قسم کی مذہبی قوت اور ملامت کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتی ہے یہی وجہ ہے کہ یورپی یونین نے اپنے مشیروں میں ہی بر ماس جیسے فلسفی کو شامل کیا مگر عیسائیت کی سب سے بڑی شخصیت یعنی پوپ کو شامل نہیں کیا، اس پر پوپ نے سخت احتجاج کیا مگر یہ احتجاج حقارت کی نگاہ سے ٹھکرا دیا گیا۔

اس معاملے کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ مغرب کے پس پشت کارفرما ذہن لبرل ازم یعنی مغربی تہذیب کے مخالفوں سے مذاکرات کے بجائے ان کا صفایا کرنے کا قائل ہے۔ رالز کے نزدیک لبرل سرمایہ داری کے انکاری معاشرے کے لیے ایک بیماری کی حیثیت رکھتے ہیں اور ان کو اسی طرح کچل دینا چاہیے جس طرح ہم مضر کیڑے مکوڑوں کو کچل دیتے ہیں، ایک اور لبرل مفکر ڈربن کے مطابق

I am ready to agree any one who is liberal, if he is not liberal,I am not going to agree with him, I am going to shoot him,

اس وقت جب کہ امریکہ مکالمے، امن اور مذاکرات نام کی ہر چیز کو روندتا ہوا نہ صرف عراق، افغانستان لاکھوں مسلمانوں کو قتل اور ان سے زیادہ کو اپاہج بنا رہا ہے، اسی امریکہ نے عراق کے اسپتالوں میں دوائیوں کی رسد منقطع کر کے دو لاکھ سے عراقی بچوں کو تڑپ تڑپ کر مرنے پر مجبور کر دیا۔ اسی مغرب کے ٹھیکیدار کی طفیلی ریاست اسرائیل نے پچھلے سالوں غزہ شہر کا محاصرہ کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو شعب ابی طالب میں محصور کرنے کی یاد تازہ کر دی، اور اب انڈیا کی طرف سے محاصرہ کشمیر سب کے سامنے ہے، کہاں گئے بین المذاہب مذاکرات، کہاں ہے نام نہاد مکالمہ، اس مکالمے کی حقیقت معلوم کرنی ہو تو غزہ، افغانستان، عراق اور کشمیر میں شہداء کی ماؤں سے ملئے جن کے معصوم بچوں کے جسموں کے چیتھڑے بتا رہے ہیں کہ یہ مکالمہ محض فریب اور امت مسلمہ کی رہی سہی غیرت اور مزاحمت کے خاتمے کا عنوان ہے، امن کا درس محض جہاد کے خاتمے کی ناآسودہ خواہش کا نام ہے۔

امریکہ کے ہاتھوں امت مسلمہ پر ظلم کی داستان میں کہیں بارود کی بو ہے تو کہیں معصوم بچوں کے لہو کی بوندیں ہیں، کہیں ہچکیوں اور سسکیوں کی گھٹی ہوئی آوازیں ہیں تو کہیں شہیدوں کی بیواؤں

کے بہتے آنسوں کی نمکینی ہے، کہیں ان باحیا عورتوں کی برہنہ لاشیں ہیں جنہیں آفتاب و ماہتاب کی کرنوں کے سوا کسی غیر نے نہ دیکھا تھا، یہ داستاں ایک خونچکاں تحریر ہی نہیں آتش فشاں تاریخ بھی ہے جو امریکی دہشت اور وحشت کے ہتھیاروں سے امت مسلمہ کے افق پر تحریر کی جارہی ہے۔

مکالمے کے ضمن میں سب سے اہم سوال یہ ہے کہ مکالمہ کہاں ممکن اور اس کی ضرورت کہاں ہے، غور سے دیکھا جائے تو زیرنظر مکالمے کے ضمن میں ہمارا رویہ مضحکہ خیز ہے، ہم مغرب سے ایک غیر منطقی اور بے نتیجہ مکالمے کیلئے بے چین ہیں جب کہ امت مسلمہ کے مختلف مکاتب فکر سے مکالمے کے سرے سے انکاری ہیں، جس قدر تگ و دو اسلام و مغرب کے مکالمے کے لیے کی جارہی ہے اگر اس کا عشرعشیر بھی عالم اسلام کی تحریکات اور مزاحمتی گروہوں کے درمیان مکالمے کے لیے کی جائے تو امت مقابلے اور مکالمے دونوں کے لحاظ سے ایک بہتر پوزیشن میں آسکتی ہے، امت مسلمہ کے راسخ العقیدہ مکاتب فکر کے جتنے بھی فروعی اختلافات پائے جاتے ہوں، بہر حال وہ سب اللہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، قرآن وسنت، خلافت راشدہ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اسلامی طرز زندگی کے احیا پر متفق ہیں، ایسی صورت میں ضرورت اس بات کی ہے کہ ان مشترکہ امور کی بنیاد پر امت کے مختلف مکاتب فکر، تحریکات اسلامی اور مزاحمتی گروہ باہم مکالمے کا آغاز کریں تاکہ ان سب کے درمیان پائے جانے والے جزوی اختلافات کے باوجود یہ ایک دوسرے کے معاون و مددگار بنیں۔

تحریکات اسلامی کی مشترکہ حکمت عملی مغرب مربوط ضرب لگانے کے ساتھ ساتھ مغرب کی ذہنی مرعوبیت ختم کرنے میں بھی مددگار ہوگی۔اسی طرح مغربی استعمار کے گماشتوں یعنی اسرائیل اور بھارت وغیرہ کے خلاف برسرپیکار مزاحمت کاروں کے درمیان مکالمے کی ضرورت ہے تاکہ عالمی سطح پر عالمی استعمار کے مقابلے کے لئے مربوط عسکری حکمت عملی ترتیب جاسکے۔اس وقت مغرب کی طرف سے امت مسلمہ مغرب کی طرف سے سیاسی، علمی اور عسکری ہر سطح پر چیلنج سے دوچار ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ امت اور اس کی تہذیبی اقدار کو صفحہ ہستی سے مٹانے پر تیار مغرب کے خلاف دنیا بھر کی اسلامی تحریکات، مزاحمتی گروہ اور دین کے اصل وارث یعنی علمائے کرام باہمی مکالمے کے ذریعے ایک دوسرے کے مددگار اور پشتی بان بنیں اور امت کو تاریخ کے اس نازک ترین دور سے نکال کر آگے لے کر جائیں ۔یہ دور اپنے تمام تر چیلنجز کے ساتھ ساتھ امکانات کی ایک لامحدود کائنات بھی رکھتا ہے۔

جناب عنایت اللہ گوہاٹی

ناروے میں توہین قرآن کریم کی گستاخانہ جسارت

گذشتہ شام فیس بک پر ہر دوسری تیسری پوسٹ پر میں نے ایک تصویر بار بار دیکھی۔کسی نے یہ تصویر شیئر کی تھی اور کسی نے اسے اپنا ڈی پی (پروفائل فیکچر) بنایا تھا۔میں حیران ہوا کہ کیوں ایک ہلکی داڑھی والے خوبرو نوجوان کی تصویر شیئر کی جارہی ہے۔آخر یہ نوجوان ہے کون؟مگر میں بہت جلد اصل کہانی اور حقیقت تک جا پہنچا۔جب میں نے آگے چل کر سوشل میڈیا پر ایک ویڈیو دیکھی۔جس میں یورپی ملک ناروے میں ایک شخص قرآن پاک جلانے کی ناپاک جسارت کر رہا ہے۔بہت سارے لوگ تماشا دیکھ رہے ہیں۔پولیس کی ایک بڑی تعداد بھی موقع پر موجود ہے۔اردگرد حفاظتی حصار بھی ہے۔شاید یہ حفاظتی حصار یا آہنی جنگلے اس مقصد کے لئے رکھے یا لگائے گئے تھے کہ یہ بد بخت اسلام دشمن باحفاظت لوگوں کے سامنے سرے عام قرآن پاک کو جلانے کا مظاہرہ کریں۔لوگ مظاہرہ تو دیکھیں لیکن انھیں روکنے ٹوکنے والا کوئی نہ ہو۔

مگر ایک مسلمان کب ایسی گستاخی برداشت کر سکتا ہے۔دل میں اسلام کی تڑپ ہو تو اس کے سامنے معمولی جنگلے تو کیا بڑی بڑی خندقیں بھی رکاوٹ نہیں بن سکتیں۔اسے آپ قرآن سے محبت کا عملی مظاہرہ کہیں یا غیبی مدد کہ جونہی وہ اسلام دشمن قرآن پاک کو آگ لگاتا ہے تو ایک بیس بائیس سالہ نوجوان آہنی جنگلوں کے سلاخوں کے اوپر سے چھلانگ لگا کر اس ملعون اسلام دشمن پر جھپٹتا ہے اور اس پر لاتوں،گھونسوں اور مکّوں کی بارش کر دیتا ہے۔پولیس اسے روکتا ہے لیکن یہ اُن سب سے الجھ جاتا ہے،اُن سے ہاتھا پائی کرتا ہے۔شدت جذبات سے یہ نوجوان زمین پر گرتا ہے،اسی لمحے پولیس والے اس کو گھیر لیتے ہیں۔ملعون کو بھی پکڑا جاتا ہے،بھگدڑ مچ جاتی ہے۔مظاہرین ادھر ادھر بھاگ جاتے ہیں،مظاہرہ اور تماشا ناکام ہو جاتا ہے۔یوں اللہ رب العزت ایک اسلام دشمن ملک میں درجنوں اسلام دشمن سیکورٹی اہلکاروں اور سینکڑوں اسلام دشمن تماشائیوں کی موجودگی میں اکیلے اور نہتے،ہلکی داڑھی والے خوبرو نوجوان کو ابابیل بنا کر اُس کے ذریعے قرآن پاک کی حفاظت فرماتا ہے،

حفاظت بھی ایسی کہ آئندہ دنیا بھر میں کوئی بھی ایسی جسارت کے ارتکاب کا سوچے گا بھی نہیں، ان شاء اللہ۔اس ملعون کو اللہ جلد دنیا کیلئے نشان عبرت بنائیگا کہ اللہ اسلام دشمنوں کو نیست و نابود کر دیتا ہے۔

قرآن پاک اللہ کی آخری کتاب ہے جو آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی ہے، اس کی حفاظت کا ذمّہ خود اللہ رب العزت نے لیا ہے، اللہ قرآن پاک میں فرماتا ہے: ''ہم نے قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرینگے''۔ بلاشبہ جب اللہ نے اپنی کتاب کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے تو کون ہے جو اس کو ذرہ بھر نقصان پہنچائے۔ یہ قرآن پاک کی حفاظت ہی تو ہے کہ آج دنیا بھر میں لاکھوں حافظ قرآن موجود ہیں۔ جبکہ آئے روز اس میں اضافہ ہو رہا ہے۔ مدارس، مساجد اور گھروں میں قرآن پاک کی تلاوت کی جاتی ہے اور اسے ترجمے وتفسیر کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔ مفسرین قرآن خالص اللہ کی رضا وخوشنودی کے لئے لوگوں کو قرآن کی تعلیمات اور اصل مقصد سے آگاہ کر رہے ہیں۔ بلاشبہ قرآن دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب ہے۔ یہ دنیا کی واحد کتاب ہے جو دنیا میں سب سے زیادہ لوگوں کو زبانی یاد ہے۔ قرآن کا معجزہ ہے کہ یہ لوگوں کو باآسانی یاد ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ چودہ سو سال گزرنے کے باوجود اس کتاب میں کسی ایک زیر یا زبر کی کمی بیشی نہیں آئی ہے۔ جیسا ہی نازل ہوا ہے یہ اسی حالت میں آج بھی موجود ہے۔

قرآن پاک کو جلانے یا اس طرح کے دیگر اسلام دشمن اقدامات سے غیر مسلم دراصل مسلمانوں کے اپنے مذہب اسلام اور اپنی کتاب قرآن پاک اور اپنے پیغمبر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور ان کی دینی غیرت کا اندازہ لگانا چاہتے ہیں۔ قرآن پاک کا ایک نسخہ جلانے سے (نعوذ باللہ) قرآن پاک ختم ہوسکتا ہے نہ مسلمان۔ یہ حقیقت غیر مسلم بھی جانتے ہیں۔ لیکن وہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کا اپنے مذہب، اپنے پیغمبر اور اپنی کتاب سے وہی پرانی محبت ہے یا اس میں کچھ کمی آئی ہے لیکن الحمد للہ مسلمان یقیناً گناہ گار ہونگے۔ انکی نماز، روزوں میں کمی ہوگی لیکن وہ اپنے مذہب پر مر مٹنے والے لوگ ہیں۔ ناروے کے افسوسناک واقعے نے بھی تمام دنیا پر ثابت کر دیا کہ مسلمانوں کو اگر مذہبی حوالے سے چھیڑا گیا تو ہر مسلمان عمر الیاس بن کر اسلام دشمنوں پر جھپٹ پڑینگے اور انکی زندگی اجیرن بنا دینگے۔ مجھے یقین ہے کہ بہت جلد ناروے کا یہ ملعون جس نے قرآن پاک کو جلانے کی ناپاک جسارت کی تھی، اپنے انجام کو پہنچے گا جو تمام اسلام دشمنوں کیلئے نشان عبرت بنے گا۔

غیر مسلموں کو خوف ہے کہ ہر قسم کے اسلام و مسلمان دشمن خربوں کے اور دنیا بھر میں

مسلمانوں کی نسل کشی کے باوجود اسلام دنیا کے ہر ملک اور ہر کونے اور بالخصوص امریکہ و یورپ میں کیوں اتنی تیزی سے پھیل رہا ہے۔اسلام کا راستہ روکنے کے لئے نائن الیون کے بعد مسلمانوں بالخصوص اس کے مذہبی طبقے لمبی داڑھی اور پگڑیوں والوں پر جہاں عرصہ حیات تنگ کیا گیا وہاں یہودیوں کے زیراثر میڈیا کے ذریعے ان کی منفی تصویر پیش کر کے ان کی تضحیک کی گئی۔لیکن باوجود ان تمام کوششوں کے وہ اپنے مقصد میں بری طرح ناکام ہوگئے۔خود ساختہ نائن الیون کے بعد اسلام یورپ و امریکہ میں جتنی تیزی سے پھیلا ،اس سے قبل ایسا نہیں تھا۔اس کی وجہ یہ تھی کہ مغرب میں جہاں اسلام دشمنوں کی کمی نہیں لیکن یہاں کا ایک مثبت پہلو یہ بھی ہے کہ یہ لوگ حقیقت پسند اور سچ کے متلاشی رہتے ہیں۔جونہی یہ لوگ تحقیق اور مطالعہ کر کے سچ اور حق کو پالیتے ہیں فوراً اس کے آگے سر تسلیم خم کردیتے ہیں۔نائن الیون کے بعد جہاں مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کیا گیا وہاں مغرب میں یہ تجسس بڑھ گیا کہ یہ اسلام آخر ہے کیا؟ یوں ان لوگوں نے اسلام کا مطالعہ شروع کیا اور بڑے بڑے سٹارز سمیت عام لوگوں کی ایک کثیر تعداد نے اسلام قبول کیا۔ناروے کے افسوسناک واقعے کے بعد بھی مسلمانوں کو خوفزدہ نہیں ہونا چاہئے۔جس قرآن کو اسلام دشمن جلانا چاہتے ہیں۔اب یورپ والے کہیں گے آؤ دیکھیں! اس کتاب میں ہے کیا؟ یوں یورپ اور امریکہ والوں کی ایک کثیر تعداد اسلام کی دولت سے مالامال ہوں گے،ان شاء اللہ۔بابری مسجد کو شہید کرنے والا اگر دائرہ اسلام میں داخل ہوسکتا ہے تو قرآن کو جلانے کی کوشش کرنے والے کو بھی اللہ راہ راست پر لاسکتا ہے۔کہ دلوں کو پھیرنے والا اللہ کی ذات تو ہے۔

عمرالیاس عالم اسلام کے حقیقی ہیرو اور محافظ قرآن بن کے ابھرے ہیں۔پوری اسلامی دنیا اسے سلوٹ کرتی ہے۔جہاں تک عالم اسلام کے حکمرانوں کا تعلق ہے تو یہ بس نام کے حکمران ہیں۔بابری مسجد کی شہادت پر انھوں نے احتجاج کیا نہ مسجد اقصیٰ اور فلسطین و کشمیر پر۔ناروے کے اس سانحے پر بھی یہ ٹس سے مس نہیں ہوئے۔سوچیں کہ اگر تمام اسلامی دنیا یک آواز ہوکر ناروے سے سفارتی اور تجارتی تعلقات ختم کریں اور ان کی مصنوعات کا بائیکاٹ اور ان کی تمام کمپنیوں پر پابندی لگائیں تو کیا ناروے حکومت مذکورہ اسلام دشمنوں کو سزائیں دینے پر مجبور نہیں ہوگی؟ اور کیا آئندہ کسی یورپی ملک میں کوئی ایسی جرات کرسکے گا؟ عالم اسلام کے حکمرانوں کو اس نقطے پر غور کرنا ہوگا۔

ادارہ

افکار وتاثرات

مفتی عبدالرزاق حقانی بن شیخ الحدیث مولانا عبدالسلام چمن

شہید اسلام مولانا محمد حنیفؒ کی شہادت

حمد وستائش اس ذات کیلئے ہے جس نے اس کارخانہ عالم کو وجود بخشا اور درود وسلام اس کے آخری پیغمبر پر جنہوں نے حق کا بول بالا کیا، یہ دنیادارالفناء ہے اور ہر ذی نفس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے لیکن بعض شخصیات اس دارالفناء سے دارالبقاء کی طرف منتقل ہونے کے بعد اپنے نمایاں کردار کی بدولت لوگوں کے دلوں میں زندہ اور جاویداں رہتے ہیں، ان میں سے ایک شہید اسلام جمعیت علمائے اسلام کے مرکزی ڈپٹی جنرل سیکرٹری اورمشہور دینی درسگاہ جامعہ اسلامیہ ملت آباد کے بانی ومہتمم (مولانا محمد حنیفؒ) ہے، جن کو ۲۸ ستمبر۲۰۱۹ء کوستمگروں نے بڑی بیدردی اور بڑے سازش کے تحت شہید کیا گیا، جس طرح مردِمجاہد حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کو بیدردی کے ساتھ شہید کیا گیا تھا، یہ بھی اسی سلسلے کی کڑی معلوم ہوتی ہے ،حضرتؒ کے فراق سے دل شکستہ اور آنکھیں پرنم ہیں،کل تک جن کے نام کیساتھ حفظہ اللہ کی دعا زبان پرتھی، آج ان کو رحمہ اللہ کی دعا دیتے ہوئے دل لرزنے لگتاہے،آپؒ ۱۹۵۷کوچمن میں پیدا ہوئے ،ان کے والدمولانا نصیرالدینؒ بڑے فقیہ اور بلیغ عالم تھے، ابتدائی تعلیم اپنے والد بزرگوار سے حاصل کی ،پھراعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کیلئے خیبرپختونخوا چلے گئے جہاں چکیسر ،ہنگو اور دیگر علاقوں میں فقہ، اصول فقہ، ودیگرفنون وعلوم حاصل کئے، مولانا قاضی فضل اللہ صاحب سے تفسیراور گوجرانوالہ میں شیخ الحدیث مولانا قاضی حمیداللہ خانؒ سے موقوف علیہ کے اسباق پڑھے،۱۹۸۴میں شمس الشہداء شیخ المشائخ مولاناحسن جانؒ سے دورہ کی تکمیل کی،۱۹۹۳ء میں ملت آباد چمن میں جامعہ اسلامیہ کی بنیاد ڈالی، جہاں دورہ تک درس نظامی کے تمام درجات پڑھائے جاتے ہیں اورآپؒ بھی اسی مدرسہ میں عرصہ دراز تک درس وتدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے،اللہ نے شہید اسلام مولانا محمد حنیف رحمہ اللہ کووہ عزت بخشی جوشاید بہت کم لوگوں کونصیب ہوئی ہو،دعوتی واصلاحی یاپھرسیاسی وجہادی زندگی میں اپنی مثل آپ تھے،مولانا محمد حنیف شہیدؒصاحب جیسے عالم ربانی کے جدائی صرف ایک خاندان کیلئے سانحہ نہیں ہے بلکہ تمام علمی اور دینی حلقوں کیلئے ایک بڑا صدمہ ہے، اللہ پسماندگان کوصبر جمیل سےنوازے اوران کے لگائے ہوئے باغ کو پھلتا پھولتا رکھے ۔

صاحبزادہ عبدالحق ثانی

دارالعلوم کے شب و روز

جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں تقریب تقسیم انعامات

۱۳/نومبر: سہ ماہی امتحان میں اعلیٰ نمبرات حاصل کرنے والے طلباء کی حوصلہ افزائی کے لئے حسب سابق ایوان شریعت ہال میں ایک پروقار تقریب انعامات منعقد ہوئی جس میں حضرت مہتمم صاحب نے خطاب فرمایا اور نمایاں پوزیشن لینے والے طلبا میں انعامات تقسیم کئے آخر میں تفصیلی دعا کے ساتھ تقریب کا اختتام ہوا۔

نئے زیرِ تعمیر ہاسٹل کا آغاز

۴/دسمبر: جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں طلبہ کی نئی رہائش کیلئے ایک عظیم الشان ہاسٹل جو کئی منزلوں پر مشتمل ہوگا اور دور جدید کے تمام سہولیات سے ان شاء اللہ آراستہ ہوگا، اس کی کھدائی کا کام اللہ کے توکل پر شروع کردیا گیا، یہ ہاسٹل بھی دارالعلوم کے ماسٹر پلان کا ایک اہم حصہ ہے جو شہید اسلام حضرت مولانا سمیع الحق صاحب شہیدؒ نے اپنی نگرانی میں مدیر الحق مولانا راشد الحق صاحب سے بڑی محنت سے تیار کیا تھا اور اس کے ڈیزائن، کمروں کی تعداد، پیمائش اور جگہ کا تعین بھی حضرت رحمہ اللہ نے خود فرمایا تھا، دو سال قبل اس کی تعمیر شروع ہونی تھی لیکن کئی وجوہات سے اس پر تاخیر ہوتی گئی۔ بالآخر مہتمم حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ و نائب مہتمم مولانا حامد الحق حقانی صاحب اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس صاحب، مدیر الحق مولانا راشد الحق صاحب، مولانا ظفر الحق صاحب، مولانا عرفان الحق، مولانا بلال الحق، مولانا اسامہ سمیع صاحبان، و دیگر اساتذہ نے کھدال سے اس مبارک کام کا آغاز کیا۔ اللہ تعالیٰ اسے جلد سے جلد شرمندہ تعبیر و تعمیر فرمائے۔ امین

حضرت مہتمم مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ کی مصروفیات و اسفار

۱۰/نومبر: ملک کے نامور تعلیمی ادارہ جامعۃ الرشید کراچی کے دورہ حدیث شریف کے طلباء کی جامعہ حقانیہ آمد، حضرت مہتمم صاحب سے خصوصی ملاقات کی اور درس میں شامل ہوئے، اس موقع پر حضرت مہتمم صاحب نے قیمتی نصائح سے نوازا اور حدیث کی سند اجازت بھی مرحمت فرمائی۔

۹/نومبر: حضرت مولانا حسین احمد صاحب صوبائی ناظم وفاق المدارس العربیہ کے بیٹے کی شادی میں شرکت کے لئے جامعہ عثمانیہ پشاور تشریف لے گئے۔

۱۵/نومبر: شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے خصوصی محبّ و دوست جناب ملک کرم الٰہی کے بیٹے اور ملک رحم الٰہی کے بھتیجے ملک انوار الٰہی صاحب کے جنازہ میں شرکت فرمائی اور جنازہ پڑھایا۔

۱۶رنومبر: حضرت مولانا امداد اللہ قاسمی مدظلہ خطیب جامع مسجد حمزہ برمنگھم اور جانشین شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خانؒ جامعہ تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی حضرت مولانا اشرف علی مدظلہ کی جامعہ آمد اور مہتمم صاحب سے خصوصی ملاقات فرمائی۔ ☆ ۲۰رنومبر: حضرت مولانا غلام رسول، مہتمم جامعہ تعلیم القرآن باڑہ گیٹ پشاور کے بھتیجے مولانا قاری رحمٰن اللہ حقانی کے چچازاد بھائی محمد سلیمان کی نماز جنازہ میں شرکت فرمائی اور جنازہ پڑھایا اس موقع پر پسماندگان کو صبر اور اس کے بدلے میں اجر عظیم کی تلقین فرمائی۔ ☆ ۲۱نومبر: دارالعلوم کے تعلیم القرآن اسکول کے سابق استاد اور دارالعلوم کی مسجد کے سب سے قدیم و مستقل ''مصلی'' جو ہر نماز باجماعت دارالعلوم میں گزشتہ ساٹھ ستر برس سے ادا کرتے تھے، عشاء کے وقت اچانک انتقال فرما گئے، آپ مولانا فاروق احمد و حافظ جنید اور جامعہ کے خادم خاص الحاج مسعود صاحب کے والد اور دارالعلوم کے پڑوسی و مخلص حافظ منظور صاحب کے بھائی اور پروفیسر حافظ ضیاء الاسلام صاحب اور مولانا حامد صاحب کے چچا تھے، مرحوم مولانا حسین احمد صاحب کا نماز جنازہ دارالعلوم میں ادا کیا گیا، حضرت مہتمم صاحب نے جنازہ پڑھایا اس موقع پر جامعہ کے تمام اساتذہ، طلباء اور ہزاروں افراد نے نماز جنازہ میں شرکت کی ☆ ۲۲نومبر: تاج المدارس جامعہ ضیاء العلوم ہری پور میں سیرت نبویؐ کی ایک پروقار تقریب میں شرکت فرمائی اور موضوع کے حوالے سے سیرت رسولؐ اور ہماری زندگی کے حوالے سے پرمغز خطاب فرمایا۔

۳۰رنومبر: جامعہ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی میں وفاق المدارس العربیہ کے امتحانی کمیٹی کا اہم اجلاس منعقد ہوا، حضرت مہتمم صاحب نے اجلاس کی صدارت فرمائی اس موقع پر سفر میں حضرت مولانا سلمان الحق صاحب بھی ہمرکاب تھے اور جامعہ کے استاد و مفتی و رکن امتحانی کمیٹی حضرت مولانا مفتی مختار اللہ صاحب نے بھی اجلاس میں شرکت فرمائی۔

نائب مہتمم حضرت مولانا حامد الحق حقانی صاحب کی مصروفیات

۲۹رنومبر: گورنر خیبر پختونخوا جناب شاہ فرمان صاحب کی دارالعلوم آمد اور والد ماجد حضرت مولانا حامد الحق حقانی صاحب مدظلہ سے تفصیلی ملاقات کی، انہوں نے نماز مغرب زیر تعمیر جامع مسجد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ میں ادا کی اور شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ اور حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی قبور پر فاتحہ خوانی کی، ملاقات میں حضرت مولانا سید یوسف شاہ، حضرت مولانا راشد الحق، حضرت مولانا عرفان الحق، حضرت مولانا لقمان الحق، مولانا اسامہ سمیع، مولانا ظفر الحق صاحبان و دیگر شریک تھے۔

۸رنومبر: جمعیت علمائے اسلام کے سرپرست اور حضرت مولانا عبداللہ درخواستیؒ کے نواسے پیر طریقت حضرت مولانا پیر سیف الرحمٰن درخواستی صاحب طویل علالت کے بعد انتقال فرما گئے، ان کی نماز

جنازہ ان کے آبائی علاقہ راجن پور میں ادا کی گئی۔جس میں ملک بھر سے ہزاروں افراد نے شرکت کی، جامعہ دارالعلوم حقانیہ اور جمعیت علمائے اسلام کی نمائندگی مولانا سید محمد یوسف شاہ صاحب نے کی، اس کے علاوہ جمعیت علمائے اسلام کے مرکزی سیکرٹری جنرل مولانا عبدالرؤف فاروقی صاحب اور نائب امیر مولانا عبدالخالق ہزاروی صاحب سمیت ملک بھر سے جمعیت علمائے اسلام کے رہنما تعزیت کیلئے راجن پورتشریف لے گئے ۔حضرت درخواستیؒ کی خدمات کوخراج تحسین پیش کرنے کیلئے جامعہ میں تعزیتی ریفرنس کا انعقاد ہوا جس میں والدمحترم مولانا حامد الحق حقانی نے خطاب کیا اور بعد میں راجن پورتعزیت کے لئے تشریف لے گئے۔

ماہنامہ الحق کے کمپوزر بابر حنیف صاحب کوصدمہ

۱۷رنومبر: جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے شعبہ کمپیوٹر کے انچارج اور ماہنامہ الحق کے قدیم کمپوزر جناب بابرحنیف صاحب کی والدہ محترمہ مرحومہ اچانک دل کا دورہ پڑنے سے وفات پاگئی۔انا للہ وانا الیہ راجعون، مرحومہ انتہائی نیک، پرہیزگار اور اعلیٰ صفات کی حامل خاتون تھیں،نماز جنازہ شیخ الحدیث حضرت مولانا انوار الحق صاحب نے پڑھایا، نائب مہتمم حضرت مولانا حامد الحق حقانی سمیت جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے تمام اساتذہ ،اراکین اور علاقہ کے عام الناس نے ان کی نماز جنازہ میں شرکت کی، اللہ مرحومہ کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس نصیب فرمائے اور جملہ پسماندگان اور بالخصوص ہمارے برادر جناب بابرحنیف صاحب کوصبر جمیل عطا فرمائے۔

جامعہ حقانیہ کے فاضل مولانا سعید الحق جدون کوصدارتی ایوارڈ پر ہدیہ تبریک

جامعہ حقانیہ کے فاضل مولانا سعیدالحق جدون نے وفاقی وزارتِ مذہبی اموروبین المذاہب ہم آہنگی حکومتِ پاکستان کے تحت بین الاقوامی سیرت مقابلہ 2019 بعنوان ''ریاست مدینہ اور اسلامی فلاحی مملکت کا تصور: تعلیماتِ نبویؐ کی روشنی میں'' کیلئے ''ریاستِ مدینہ کے فلاحی تصورات اورعہدِ حاضر میں اس کی معنویت'' کےعنوان سے مقالہ لکھ کرصوبہ خیبر پختونخوا سے ''صدارتی ایوارڈ'' کے لئے منتخب ہوئے۔ آپ نے ۱۰نومبر ۲۰۱۹ کو اسلام آباد میں انٹرنیشنل رحمۃ اللعالمین سیرت کانفرنس میں ''صدارتی ایوارڈ'' شیلڈ،سرٹیفکیٹ اور نقد انعام کی صورت میں حاصل کیا، ادارہ مولانا سعیدالحق جدون کو ہدیہ تبریک پیش کرتی ہے اور امید رکھتی ہے کہ آئندہ کیلئے اس سے بڑھ کرتحقیق کے میدان میں کارہائے نمایاں سرانجام دے گا۔مولانا سعیدالحق جدون، شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق شہید اور شیخ الحدیث حضرت مولانا شیرعلی شاہ مدنی کے خصوصی شاگرد تھے۔شیخین کریمین موصوف کی علمی اور تحقیقی تحاریر کے بارے میں نیک خواہشات کا اظہارفرماتے تھے۔ یہ ایوارڈ ادارہ اورحقانی فضلاء کے لئے ایک اعزاز ہے۔

مولانا محمد اسلام حقانی

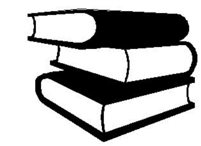

تعارف وتبصرہ کتب

- **داستان رفتگان** مؤلف: مولانا عرفان الحق اظہار حقانی
ضخامت: ۷۰۴ صفحات ناشر: مؤتمر المصنفین جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

تاریخ کا ایک صنف بلکہ ایک ماخذ تذکرہ رفتگاں یا وفیات نگاری بھی ہے، مختلف زبانوں میں وفیات کے موضوع پر لکھی جانے والی کتابوں کی تعداد حد شمار سے باہر ہے، اردو زبان میں بھی اس صنف پر کافی کام ہوا ہے اور اس موضوع پر مشاہیر اہل علم کی سینکڑوں کتابیں بھی منظر عام پر آچکی ہے اور یہ سلسلہ تاہنوز جاری ہے اس سلسلے کی ایک حسین کڑی یہ کتاب ''داستان رفتگان'' بھی ہے۔

زیر تبصرہ کتاب ''داستان رفتگان'' ماہنامہ ''الحق'' اور روزنامہ ''اسلام'' کراچی میں شائع شدہ مختلف موقعوں پر لکھے گئے حضرت مولانا عرفان الحق حقانی صاحب کے رشحات قلم کا مجموعہ ہے، جس میں اہل اللہ ومشائخ بھی ہیں، عالم ومصنف وادیب بھی اور یارانِ باصفا اور خاندانی بزرگوں کے بھی تذکرے ہیں، مولانا عرفان الحق حقانی ماہنامہ ''الحق'' کے لکھنے والوں میں ایک معروف نام ہے، جامعہ کے جید مدرس اور کئی اہم کتابوں کے مصنف ہیں، شہید ناموس رسالت حضرت شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق نور اللہ مرقدہ کی ڈائری سالہا سال سے مرتب کررہے ہیں اور اس کی جلد اول منظر پر آئی ہے اور اہل علم سے داد تحسین وصول کرچکے ہیں، جب سے وہ قلم وقرطاس سے منسلک ہوئے ہیں تو اسی عرصہ میں جن عظیم شخصیات نے داعی اجل کو لبیک کہا ان پر آپ کے تاثرات، ملاقاتیں، روابط کا ذکر کرکے انہیں آپ نے خوبصورت قالب میں ڈھال کر خراج تحسین پیش کیا اور ان کے تذکروں کو محفوظ کرکے آنے والی نسلوں کو ان شخصیات سے متعارف کرانے، انکی زندگیوں سے سبق لینے کیلئے اہم خدمت سرانجام دی، اس کتاب میں موجود شخصیات کی عظمت شان کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

مجموعی طور پر اس کتاب میں ۱۳۰ ر شخصیات پر مضامین قلمبند کئے گئے ہیں، یہ داستان رفتگاں اعزہ واحباب، علماء وفضلاء، ادباء وشعراء، ارباب سیاست اور اصحاب کمال سب کو محیط ہے، ان شخصیات میں ہر طبقہ سے وابستہ لوگ شامل ہیں حتی کہ بعض ایسے گوشہ نشین وگمنام شخصیات بھی شامل ہیں جن کا کسی کو علم نہیں تھا لیکن مولانا نے ہمت کرکے ایسی گمنام شخصیات پر لکھ کر قلم کا حق ادا کیا ہے،

بعض تعزیتی تحریریں تو تحقیقی مقالات کی حیثیت رکھتی ہی اور اسے ایک ایسا نادر تحفہ قرار دیا جاسکتا ہے، جو درحقیقت کسی ایسے انسائیکلوپیڈیا سے کم نہیں ۔ بہرحال یہ کاوش اپنے موضوع پر انمول تحفہ اور قیمتی سوغات سے کم نہیں، اللہ مولانا عرفان الحق حقانی کی اس کاوش کو انکی علمی ترقی کا وسیلہ بنائے (امین)

- **خطبات جامعہ ابوہریرہ** مرتبین: مولانا عمادالدین محمود ر مولانا نوراللہ فارانی
  ضخامت: ۶۸۸ صفحات ناشر: القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہ خالق آباد نوشہرہ

اسلام میں منبر ومحراب کی ہمیشہ سے اہم اور مرکزی حیثیت رہی ہے اور تاریخ اس امر کی گواہی دیتی ہے کہ جب بھی اسلامی اقدار اور روایات کو مسخ کرنے کی کوشش کی گئی، معاشرہ اعتقادی اور سماجی بگاڑ کی طرف چلنے لگا اور خواص اور عامہ الناس فتن اور شرورِ زمانہ کا شکار ہونے لگے تو ایسے حالات میں منبر ومحراب سے اٹھنے والی صداء نے ہی ان انحرافات اور خرافات کو روکنے کیلئے سد سکندری کا کام کیا اور مسلم امہ کے اسلامی تشخص کو برقرار رکھنے میں اپنا کلیدی کردار ادا کیا، منبر و محراب سے اٹھنے والی آواز کو ہمیشہ سے علماء اور محققین نے آنے والی نسلوں کی رہنمائی کیلئے محفوظ کیا اور اسے کتابی صورت میں مرتب کر کے ایک اہم موضوع اور ذخیرہ کتب میں بہترین اضافہ کیا، یہ سلسلہ خطبات ومواعظ کے نام سے معروف ومشہور ہے، اس موضوع پر علمائے کرام کی بیشمار کاوشیں اب تک مرتب ہو چکی ہیں اور تا این دم یہ سلسلہ جاری ہے، اس سلسلے کی ایک کڑی ’’خطبات جامعہ ابوہریرہ‘‘ بھی ہے۔

زیرتبصرہ کتاب ’’خطبات جامعہ ابوہریرہ‘‘ان خطبات پر مشتمل ہے جو جامعہ ابوہریرہ میں تشریف لائے ہوئے اکابر علماء اور دیگر علمی وسماجی شخصیات نے طلبہ کے سامنے اس درسگاہ میں دیئے تھے، اس میں زیادہ تر خطبات وہ ہیں جنہیں جامعہ ابوہریرہ کے منبر ومحراب سے بیان کیا گیا ہے مگر استادگرامی شیخ الحدیث مولانا عبدالقیوم حقانی مدظلہ کے زیرنگرانی مولانا عمادالدین محمود اور مولانا نور اللہ فارنی صاحبان نے اس کی ترتیب وتدوین کے دوران اس کا دائرہ وسیع کر دیا اور اگر اکابر علماء کوئی تقریر ان کے زیرادارت نکلنے والے ماہنامہ ’’القاسم‘‘ میں بھی شائع ہوئے تو اسے بھی اس سلسلہ خطبات میں شامل کر لیا گیا، اسلئے کہ ماہنامہ ’’القاسم‘‘ بھی اپنی دعوتی حیثیت سے جامعہ ابوہریرہ ہی کے منبر ومحراب کا کام کر رہا ہے، اس کے ذیل میں مفکر اسلام مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ، مولانا انظر شاہ کشمیری رحمہ اللہ، مولانا سید اسعد مدنی رحمہ اللہ، مولانا مرغوب الرحمٰن رحمہ اللہ، مولانا ارشد مدنی مدظلہ، شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان رحمہ اللہ، امیر المومنین ملا محمد عمر اخوندزادہ رحمہ اللہ وغیرہ

کے خطبات قابل ذکر ہیں۔

''خطبات جامعہ ابو ہریرہؓ'' ایک ایسا گلدستہ اور علم وہدایت کی ایسی کہکشاں ہے جس میں آپ رشد واصلاح، تصوف وسلوک، جہاد وسیاست، دعوت وتبلیغ، درس وتدریس، کے اوج بلند پر فائز شخصیات کی صحبت کی سعادت حاصل کر سکتے ہیں، مرشدین ومصلحین امت اس حسین گلدستے میں سجائے گئے ہیں اور جامعہ کے جید علماء اور مدرسین کے اہم علمی خطبات کو بھی اس میں نمایاں جگہ دی گئی ہے، اس مجموعہ میں کل ۱۲۸ خطبات شامل ہیں، ہر خطبہ علم وعمل، علوم ومعارف، حکم وعبر کا ایک قیمتی خزینہ ہے، اس مجموعہ سے خواص اور عامہ الناس یکساں طور پر مستفید ہو سکتے ہیں۔ اللہ تعالی اس کاوش کو شرف قبولیت سے نوازے۔ (آمین)

- **تذکرہ اکابر ومشائخ دار العلوم** (مجلّہ التنسیق کا خصوصی اشاعت) ضخامت:۲۷۲صفحات

مرتب: مولانا مفتی محمد وہاب منگلوری حقانی ناشر: گورنمنٹ دار العلوم اسلامیہ سیدوشریف سوات

مدرسہ حقانیہ حالاً گورنمنٹ دار العلوم اسلامیہ سیدوشریف سوات کو والیٔ سوات جناب عبد الحق مرحوم نے قائم کرتے ہوئے اب اس کے ۵۷ سال ہونے کو ہے، ابتداء سے لیکر اب تک یہ جامعہ بڑے بڑے اکابر ومشائخ امت کا علمی گہوارہ رہا ہے، اس جامعہ کا دار العلوم دیوبند نیز جامعہ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے روحانی تعلق ہے اور علمی دنیا کی اہم شخصیات اس جامعہ کے فارغ التحصیل ہیں، گزشتہ چند سالوں سے اپنے جید اساتذہ اور منتظمین کی بدولت جامعہ نے ترقی کی بہت سی منازل طے کر لی ہیں۔ جامعہ کا ایک اپنا علمی پرچہ سالنامہ ''التنسیق'' کے نام جاری ہے جس میں وقیع مضامین ہر سال شائع ہوتے ہیں۔

زیر تبصرہ خصوصی اشاعت ''تذکرہ اکابر ومشائخ دار العلوم'' کے عنوان سے شائع ہوا ہے، دار العلوم اسلامیہ کی علمی اور روحانی تاریخ کے ساتھ ساتھ دار العلوم کے اکابر علماء کے مختصر سوانح اور تذکرہ اس میں شامل ہیں، اس کے علاوہ جامعہ کے فضلاء اور متخصصین کا تعارف اور اساتذہ کرام کی سندات اور ہدایات کو بھی اس خصوصی اشاعت میں جگہ دی ہے، نیز اس میں وادی سوات کا تاریخی تجزیہ بھی پیش کیا ہے، مفتی محمد وہاب منگلوری حقانی صاحب کی یہ کاوش یقیناً قابل صد تحسین اور لائق داد ہے، اللہ تعالیٰ اس کاوش کو شرف قبولیت سے نوازے۔ (آمین)

- **جامع التصریف** (علم الصرف کے مسائل کا انسائیکلو پیڈیا) مولف: مفتی روح اللہ کشمیری

ضخامت:۳۷۶صفحات ناشر: شعبہ تصنیف وتالیف جامعہ ام القریٰ گلی باغ ہوتی مردان

ادب عربی میں علم صرف کی اہمیت ہر ذی علم پر روز روشن کی طرح عیاں ہے اور اس فن کو تمام فنون میں امتیازی شان حاصل ہے، اس کو علوم کی ماں کہا گیا ہے، اس فن میں علماء نے ہر دور کی ضرورت کے مطابق بہترین کتابیں تصنیف کی ہیں اور تصنیف کا یہ سلسلہ تا ہنوز جاری وساری ہے، اس سلسلے کی ایک کڑی مولانا مفتی روح اللہ کشمیری کی کتاب ''جامع التصریف'' بھی ہے۔

زیرتبصرہ کتاب ''جامع التصریف'' میں علم الصرف کے ہر قاعدے، ہر قانون اور ہر اصطلاح پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے اور ہر قانون، قاعدے اور اصطلاح کی وضاحت آسان مثالوں سے کی گئی ہے، مؤلف کی اس فن میں مہارت اور ملکہ کا اندازہ کتاب کے مطالعے سے لگایا جا سکتا ہے کہ انہوں نے نہایت سہل اسلوب میں اس مشکل فن کے مسائل کو عام فہم انداز سے حل کیا ہے، اس کتاب میں ''مقدمہ علم الصرف'' نہایت قیمتی، جاندار اور معلومات کا ایک خزینہ ہے، مجموعی طور پر یہ کتاب علم الصرف پر انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت رکھتی ہے، یہ کتاب اس موضوع پر لکھی جانے والی تمام کتب سے بے نیاز کر دیتی ہے، طلباء اور اساتذہ دونوں یکساں طور پر اس شاہکار سے مستفید ہوسکتے ہیں، یہ ایک انمول تحفہ اور قیمتی سوغات سے کم نہیں، اللہ کریم ان کی یہ کاوش اپنی بارگاہ میں قبول فرما کر طلبا کیلئے انفع بنائے۔ (آمین)

● سہ ماہی ''الایمان'' مدیر: مولانا قاری شمس الرحمٰن ضخامت: ۴۸ صفحات

ناشر: جامعہ دارالہدی ریل پٹری بالمقابل پیر سباق پل جی ٹی روڈ حکیم آباد نوشہرہ

''الایمان'' ایک سہ ماہی رسالہ ہے جو جامعہ دار الہدی نوشہرہ سے مولانا قاری شمس الرحمٰن صاحب کی زیر ادارت شائع ہوتا ہے، یہ اس کا دوسرا شمارہ ہے جس میں اصلاحی اور تربیتی مضامین شامل ہیں، اس کا اداریہ تربیت اولاد اور والدین کی ذمہ داریوں پر مشتمل ہے، اس حوالے سے بہت سارے امور پر بالتفصیل روشنی ڈالی گئی ہے دیگر مضامین بھی بہت اچھے موضوعات پر مشتمل ہیں، یہ نوازئیدہ مجلّہ وقت گزرنے کیساتھ ساتھ مزید نکھرتا جائیگا اور اس رسالہ میں وقت کیساتھ ساتھ بہتری آتی جائیگی اور مضامین کا انتخاب بھی معیاری ہوجائے گا، اصلاح معاشرہ اور ہر باطل کے تعاقب میں گرانقدر خدمات انجام دیں گے ان شا اللہ، اللہ تعالیٰ مدیر کو اس مجلّے کی بہتری اور اس پر استقامت کی توفیق دے۔ امین